انا ارسلناک شاهداً و مبشراً و نذیراً

مسلمان بچوں بچیوں اور عورتوں کی تعلیم کے لئے

رسالۂ مقدسہ موسومہ بہ

نفحۂ عنبریہ
بذکر
میلاد خیر البریہ

حجۃ الاسلام امام اہلسنت حضرت علامۃ الحاج الشاہ مولینا
محمد عبد الشکور صاحب فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

محمد عبد السلام فاروقی نے
شاھی برقی پریس سے چھپوا کر شائع کیا

حضرت امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ علیہ

کی

معرکۃ الآرا تصنیف

علم الفقہ

اس کتاب کی تالیف کو تقریباً پچاس سال ہو چکے ہیں، اور ہمیشہ چھپنے کے باوجود نایاب رہتی ہے۔ علمائے وقت کا [illegible] فیصلہ ہے کہ اس سے بہتر اور اس سے زیادہ جامع اور عام فہم کتاب اب تک منظرِ عام پر نہیں آئی ہے! — تفصیل درج ذیل ہے

جلد اوّل	میں طہارت	اور اُسکے جملہ ضروری مسائل کا بیان ہے۔	[illegible]
جلد دوم	میں نماز	اور " " " "	[illegible]
جلد سوم	میں روزہ	اور " " " "	[illegible]
جلد چہارم	میں زکوٰۃ	اور " " " "	[illegible]
جلد پنجم	میں حج	اور " " " "	[illegible]
جلد ششم	میں نکاح	اور " " " "	[illegible]

(کامل غیر مجلد کی مجموعی قیمت [illegible] اور مجلد کی [illegible] ہے)

ملنے کا پتہ

منیجر فاروقیہ ایجنسی پاٹا نالہ لکھنؤ

مُقدّمہ

عقائدِ ضروریہ اسلامیہ کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
حامداً و مصلیاً

اَوّلاً جاننا چاہیئے کہ کوئی نیک کام بغیر درستی عقائد کے مفید نہیں ہو سکتا بلکہ درحقیقت اس کو نیک کام کہنا محض ظاہری صورت کے اعتبار سے ہے اور بس۔

عقائد اگر درست ہوں تو تھوڑی نیکی بھی بہت ہے اور خطا د قصور ہو جائے تو اُس کی مغفرت کی بھی اُمید ہے لیکن عقائد ٹھیک نہ ہوں تو اچھے سے اچھا کام بھی رائیگاں ہے۔ نیکی برباد گناہ لازم۔

قرآن شریف کی اس آیہ کریمہ سے یہ مضمون اچھی طرح ظاہر ہوتا ہے۔

الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ أَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَأَصْلَحَ بَالَهُمْ ذَٰلِكَ بِأَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَأَنَّ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَبِّهِمْ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ أَمْثَالَهُمْ

ترجمہ جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے (لوگوں کو) روکا اللہ اُن کی نیکیوں کو رائیگاں کر دے گا اور جو لوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے اچھے کام کئے اور اس (شریعت) پر ایمان لائے جو اُتاری گئی محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) پر اور وہ حق ہے اُن کے پروردگار کی طرف سے۔ مٹا دے گا اللہ اُن سے اُن کے گناہوں کو اور سنوار دیگا اُن کی حالت کو۔ یہ اس سبب سے کہ جنھوں نے کفر کیا اُنھوں نے باطل کی پیروی کی اور جو ایمان لائے اُنھوں نے حق کی پیروی کی۔ جو اُن کے پروردگار کی طرف سے ہے۔ اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ لوگوں کے لئے اُن کی مثالیں۔

جو قانون الٰہی اس آیت میں بیان ہوا ہے وہ ایسا صاف ہے کہ عقل انسانی بھی وہی حکم لگاتی ہے۔ عقائد مثل جڑ کے ہیں اور اعمال مثل شاخوں کے۔ جس طرح شاخیں جڑ سے پیدا ہوتی ہیں اسی طرح

اعمال کا منشاء و منبع عقائد ہیں۔

لِھٰذا انسان کی سب سے بڑی سعادت اور سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ اپنے عقائد کو دُرست کرے۔ صحیح اعتقادات اپنے دل میں قایم کرے اور غلط اعتقادات سے اپنے باطن کو پاک صاف رکھے۔ اس کے بعد اعمالِ خیر سے اپنے کو آراستہ کرکے اپنے مالک کی رضامندی کو حاصل کرے جو اصل مقصود اس دُنیا میں آنے کا ہے۔

ثَانِیًا اس بات کا معلوم کرنا بھی ضروری ہے کہ تمام دنیا میں دینِ اسلام خدا کا پسند کیا ہُوا دین ہے اور دین اسلام کا نام لینے والوں میں اہلِ سنّت وجماعت ہی حقیقی وارث دین اسلام کے ہیں۔ یہ دونوں باتیں عقلی ونقلی دونوں قسم کے دلائل سے اس درجہ پایۂ ثبوت کو پہونچ گئی ہیں کہ ہر یا خبر مخالف کا ضمیر بخوبی اعتراف کررہا ہے۔

خداوند کریم کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے اپنے فضل وکرم سے یہ دونوں نعمتیں ہم کو دیں۔ اسلام بھی ہم کو دیا اور اسلام میں طریقۂ اہلِ سنّت وجماعت سے سرفراز فرمایا۔ فالحمد للّٰہ ثم الحمد للّٰہ۔

ثَالِثًا یہ بھی اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ اہلِ سُنّت وجماعت کے

عقائد کیا ہیں۔ یہ وہی عقائد ہیں جو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابۂ کرام کو تعلیم فرمائے، اور صحابہ کرام کی ساری جماعت بلا اختلاف اُن عقائد پر قایم رہی۔ زمانۂ مابعد میں لوگ نئی نئی باتیں نکال نکال کر الگ الگ فرقے بن گئے۔ کوئی معتزلی ہو گیا، کوئی مُرجی کوئی جہمی، کوئی قدری کوئی جبری، کوئی رافضی، کوئی خارجی وغیرہ وغیرہ لیکن اہل سنّت وجماعت لکیر کے فقیر بنے ہوئے انھیں عقائد پر مضبوطی سے قایم رہے جو صحابۂ کرام سے اُنھوں نے پائے۔ یہ وہی عقائد ہیں جو اللہ کی مقدس کتاب قرآنِ مجید میں موجود ہیں۔ جو عقائد اصل الاصول ہیں وہ تو صراحتہً قرآن شریف میں بیان ہوئے ہیں اور جو اس سے کم درجہ کے ہیں وہ یا بالاجمال قرآن مجید میں ہیں اور یا بالتفصیل متواتر حدیثوں میں ہیں۔ بعض فروعی اعتقادات ایسے بھی ہیں جن کی تفصیل غیر متواتر حدیثوں میں وارد ہوئی ہے، مگر اُن پر شریعتِ مقدسہ کو کچھ زیادہ اہتمام نہیں ہے۔

واضح ہو کہ اسلام کے اصل الاصول عقیدے تین ہیں۔ توحید[۱]۔ نبوت[۲]۔ قیامت[۳]۔ علمائے کرام ان تینوں عقیدوں کو اُمّ العقائد کہتے ہیں۔ ان تینوں عقیدوں میں توحید و نبوت پر زیادہ زور

دیا گیا ہے۔ عقیدۂ قیامت بھی عقیدۂ نبوّت کے نتائج میں سے ہے۔ اسی لئے وہ کلمۂ طیبہ جو ایک کافر کے مسلمان بنا دینے کے لئے کافی ہے اسیں انھیں دونوں عقیدوں کا ذکر ہے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

ترجمہ :۔ نہیں ہے کوئی معبود سوا اللہ کے۔ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ

اِس مقام پر انھیں تین عقیدوں کا بیان مقصود اصلی ہے بعد میں بالاختصار اُن ضروری عقائد کا بیان ہوگا جو اِن تین کے تابع ہیں۔ وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِیْنُ۔

پہلا عقیدہ۔ عقیدۂ توحید

ہمارا ایمان ہے کہ سارے جہان کی پیدا کرنے والی ایک پاک ہستی ہے جس کا مبارک نام اَللّٰہ ہے اس کے متعلق ہمارے عقیدے یہ ہیں۔

(۱) وہ ایک ہے نہ ذات میں کوئی اس کا مثل و مانند ہے نہ صفات

ہیں، پوجنے کے لائق وہی ایک اکیلا ہے اُس کے سوا کسی اور کو پوجنا بڑی ہی بغاوت ہے جس کو شریعتِ مقدسہ شرک کہتی ہے ۔

ف پوجنا عربی کی لفظ عبادت کا ترجمہ ہے اور عبادت کے معنی لُغت عرب میں کسی کے سامنے اپنی عاجزی اور ذلت کا اظہار کرنا (کشاف مع حاشیہ میر سید شریف) پس مطلب یہ ہوا کہ عاجزی و ذلت کا صرف اظہار ایک اللہ کے سامنے کرنا چاہیئے کسی اور کے سامنے کرنا جائز نہیں

(۲) وہ اللہ حَیّ ہے یعنی صفتِ حیات اس کو حاصل ہے قدیر ہے یعنی جو کچھ وہ چاہے اس پر اس کو قدرت حاصل ہے مُرِید ہے یعنی ارادہ کی صفت اس کو حاصل ہے عَلِیم ہے یعنی صفتِ علم اسکے لیے ثابت ہے کوئی چھوٹی سی چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیز کوئی ظاہر سے ظاہر اور پوشیدہ سے پوشیدہ چیز اُس کے علم سے باہر نہیں وہ سب کچھ جانتا ہے سَمِیع ہے یعنی سننے کی صفت اس کو حاصل ہے ہر آواز اور ہر پکار کو سنتا ہے۔ مچھر سے بھی چھوٹے جانور کے پر کی آواز سنتا ہے۔ بَصِیر ہے یعنی دیکھنے کی صفت اُس کے لیے ثابت ہے ہر چیز کو ہر حالت اور ہر وقت میں دیکھتا ہے کوئی چیز اُس کے دیکھنے سے چھپ نہیں سکتی۔ مُتَکَلِّم ہے یعنی کلام

کرنے کا وصف اس کو حاصل ہے جس سے چاہتا ہے بات کرتا ہے جس کام کو چاہتا ہے حکم دیتا ہے جس کام سے چاہتا ہے منع کرتا ہے **خالق** ہے یعنی چیزوں کو نیست سے ہست کرنے کی صفت اس کے لئے ثابت ہے۔

ان صفات کے علاوہ اور تمام صفات کمال کی اس کو حاصل ہیں جن کی گنتی نہیں ہو سکتی۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی صفتیں اُس کی ذات کی طرح قدیم ہیں، اس کی ذات ازلی و ابدی ہے اور اُس کی ذات کے لئے صفاتِ کمال بھی ہمیشہ سے حاصل ہیں اور ہمیشہ رہیں گی۔

ف قرآن مجید چونکہ اللہ کا کلام ہے اور کلام اللہ کی صفت ہے اس لئے اہلِ حق یعنی اہلِ سنّت و جماعت کا مذہب ہے کہ وہ قدیم ہے غیر مخلوق ہے، ہم قرآن مجید کے نقوش کو جو لکھنے والے لکھتے ہیں، نیز اُن الفاظ کو جو ہماری زبان سے ادا ہوتے ہیں قدیم نہیں کہتے بلکہ وہ خدا کا کلام ہے جس پر ہمارے الفاظ دلالت کرتے ہیں اُس کو ہم قدیم کہتے ہیں۔

(۴) اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے علاوہ جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ کا مملوک و مخلوق ہے، اچھی اور بُری ہر قسم کی چیزیں اُسی کی پیدا کی ہوئی ہیں، زہر اور تریاق شر اور خیر سب کا خالق وہی ہے ہمارے اعمال نیک و بد سب اُسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں، اُن اعمال کے کسب کرنے والے البتہ ہم ہیں۔

(۵) اس کے ملک ہیں جو سارے جہانوں کو شامل ہے اس کی مشیّت کے بغیر کچھ نہیں ہوتا اور نہ ہو سکتا ہے، ایک پتّی بھی اس کی مشیّت کے بغیر نہیں ہل سکتی ؛

نظامِ عالم جو تم دیکھ رہے ہو اُس کی یہ مثال نہیں ہے کہ جیسے کسی گھڑی میں کوک بھر دی گئی کہ جب تک وہ کوک بھری ہے گھڑی کی سوئیاں چل رہی ہیں، کوک بھرنے والے کے ارادہ کو اب کچھ دخل نہیں۔ بلکہ نظامِ عالم کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص گھڑی کی سوئیوں کو اپنی اُنگلی سے چلائے جب تک اُنگلی سوئی کو حرکت دے رہی ہے سوئی چل رہی ہے اُنگلی ہٹ جائے تو سوئی کی حرکت موقوف اللہ کی مشیّت نظامِ عالم کو یوں ہی چلا رہی ہے۔

ف ۔ اہل سنّت وجماعت کا مذہب ہے کہ بندے اپنے افعال میں نہ پورے طور پر بااختیار ہیں کہ خدا کی مشیّت کی تنقیص ہو اور نہ مجبور محض ہیں کہ جزا وسزا کا کارخانہ درہم برہم ہو جائے بلکہ اختیار و جبر کے درمیان کی کوئی حالت ہے جس کی حقیقت سمجھ میں نہیں آسکتی ۔

(۶) اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر بڑا مہربان ہے اُن کو رزق دیتا ہے، اولاد دیتا ہے، اُن کی دُعائیں قبول کرتا ہے، اُن کی مدد کرتا ہے، اپنے فرمانبردار بندوں سے محبّت کرتا ہے اُن کو اپنی نزدیکی بخشتا ہے ۔

(۷) اللہ تعالیٰ کسی امر میں کسی کا محتاج نہیں، جسم اور جسمانی چیزوں سے پاک اور بری ہے اُس کے لئے کوئی مکان نہیں کھانے پینے صحت و مرض خوشی اور غم بڑھاپے اور جوانی سے بری ہے نہ کسی چیز سے اس کو اتّصال ہے نہ وہ کسی چیز میں حلول کرتا ہے نہ اس میں کوئی چیز حلول کرتی ہے ۔ نہ اُس کے اولاد ہے نہ بی بی، نہ وہ کسی کی اولاد ہے کوئی چیز اُس پر واجب نہیں جو چاہے کرے اور جو چاہے حکم دے غرضکہ ہر قسم کے عیب اور نقص سے اس کی ذات پاک ہے اور سب

کمالات اُس کو حاصل ہیں۔

(۸) اللہ تعالیٰ نے اپنے خدائی اختیارات کسی کو نہیں دیئے جیسے دُنیا کے بادشاہ اپنے بڑے بڑے عہدہ داروں کو اختیارات دیکر کاموں پر مقرر کر دیتے ہیں اور وہ عہدہ دار اپنے ان عطائی اختیارات سے اپنا کام کرتے ہیں، بادشاہ کے ارادے اور مشیئت کو ان کاموں میں کچھ دخل نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ اس سے بری ہے۔ اُس نے اپنے بندوں کو کاموں پر مقرر کیا مثلاً ملک الموت کو قبض رُوح پر مگر وہ بغیر حکم اور مشیئت کے قبضِ رُوح نہیں کر سکتے اور نہ رُوح قبض ہو سکتی ہے۔ انبیاء علیہم السّلام کو ہدایت کے کام پر مقرر کیا مگر یہ بھی فرما دیا کہ اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ یعنی اے نبی آپ جس کو چاہیں اُس کا ہدایت پانا ضروری نہیں۔ البتہ ہم جس کو چاہیں اُس کو ہدایت مِلنا ضروری ہے۔ خلاصہ یہ کہ ہر کام اللہ کے اختیار میں ہے۔ وہی فائدہ پہونچانے والا اور وہی نقصان دینے والا ہے۔

ف علمائے ربّانی فرماتے ہیں کہ توحید کا بڑا شعبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سِوا کسی کو فاعل با اختیار نہ سمجھے اور کسی سے نفع پہونچنے کی امید نہ

رکھے اور کسی سے نقصان پہونچنے کا خوف نہ کرے حضرتِ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

موحد چہ برپائے ریزی زرش | چہ فولادِ ہندی نہی بر سرش
اُمید و ہراسش نباشد زکس | ہمین است بنیادِ توحید و بس

(۹) اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی حقیقت کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتی

نہ ادراک در کنہ، ذاتش رسد | نہ فکرت بغورِ صفاتش رسد

اور ہونا بھی یہی چاہیے کیونکہ اگر خدا کی ذات وصفات کی حقیقت کا ادراک ہو جائے تو گویا عقل نے اُس کو گھیر لیا اور خدا کو کوئی چیز نہیں گھیر سکتی۔ ہاں آخرت میں نیک بندوں کو خدا کا دیدار ہو گا۔ کیونکر ہو گا اور کس طرح ہو گا اس کے سمجھنے اور بیان کرنے سے بھی عقلِ انسانی عاجز ہے۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ کے نام توقیفی ہیں یعنی جو نام شارع نے بتلا دیئے ہیں اُنھیں ناموں سے اللہ تعالیٰ کو پکارنا چاہیئے۔ ان کے علاوہ کسی اور نام سے (جیسے نارائن اور پرمیشر وغیرہ) ان کو پکارنا درست نہیں نیز اُردو زبان میں یا کسی زبان میں اس کے ان ناموں کا ترجمہ کرنا

جن کا پورا مفہوم اس زبان میں نہیں ادا ہو سکتا بلکہ کوئی پہلو نقص کا
نکلتا ہے دُرست نہیں جیسے قدیم کا ترجمہ اردو میں پرانا آیا
فارسی میں کہنہ۔ ہاں جن ناموں کا ترجمہ دوسری زبانوں میں بلا نقص
ہو سکتا ہے اس میں مضائقہ نہیں مثلاً مالک کا ترجمہ فارسی میں
خدا یا خداوند۔

آمَنْتُ بِاللّٰهِ کَمَا هُوَ بِاَسْمَائِهٖ وَصِفَاتِهٖ

ترجمہ:- ایمان لایا میں اللہ پر جیسا کہ وہ ہے اپنے ناموں اور صفتوں کے ساتھ

دوسرا عقیدہ۔ عقیدۂ نبوّت

حقیقت میں اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ عقیدہ عقیدۂ توحید سے
زیادہ مہتم بالشان ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی تعلیم ہی سے عقیدۂ توحید
پورے طور پر معلوم ہوتا ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کچھ خاص بندوں کو
ہدایتِ خلق کے لئے مقرر فرمایا، خدا کا کلام اُن پر اُترتا تھا اور
خدا اُن کے ذریعہ سے اپنے احکام بندوں کو بھیجتا تھا۔ ان مخصوص

مقرب بندوں کو خدا کا نبی و رسول کہتے ہیں۔ اوّل ان سب کے حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور آخر ان کے ہمارے سردار اور کُل کائنات کے سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں نبیوں کی تعداد شریعت نے نہیں بتلائی لہٰذا کوئی عددِ خاص معیّن کرنا نہ چاہئے۔ نبیوں کے متعلق ہمارے عقیدے یہ ہیں:-

(۱) وہ سب راست باز اور نیکوکار اور صغیرہ کبیرہ اور ہر قسم کے گناہوں سے پاک تھے۔ سب اللہ کی رضامندی اور پسند کے کامل نمونے تھے۔

(۲) احکامِ الٰہی کے پہونچانے میں کوتاہی نہ کرتے تھے۔ دُنیا کی کوئی طاقت اُن کو اُن کے فرضِ منصبی سے روک نہ سکتی تھی۔

(۳) اُنھوں نے معجزات دکھلائے یعنی وہ کام اُن سے ظاہر ہوئے جو انسانی طاقت سے بالاتر ہیں جیسے لاٹھی کا اژدہا بن جانا۔ مُردے کا جی اُٹھنا۔ پتھروں کا اور درختوں کا انسانی زبان میں کلام کرنا۔ چاند کا دو ٹکڑے ہوجانا وغیرہ وغیرہ۔

(۴) اللہ تعالیٰ نبیوں کو بقدرِ ضرورت و مصلحت غیب کی

باتوں پر بھی اطلاع دیتا ہے۔ مگر تمام غیب کی باتوں کو جاننا اور
ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا خاصۂ خداوندی ہے۔

ف معجزہ در اصل خدا کا فعل ہے جو نبی کے ہاتھ سے ظاہر ہوتا ہے

(۵) جو نبی جس زمانہ میں تھے اُس زمانہ میں اُن کی قوم کے لئے
خدا کی رضامندی، اُن کی پیروی و فرمانبرداری میں منحصر ہوتی تھی۔

(۶) کوئی نبی اپنی نبوّت سے کبھی معزول نہیں ہوئے۔

(۷) کوئی غیر نبی کسی نبی کے برابر نہیں ہو سکتا۔

(۸) سب نبیوں سے افضل ہمارے نبی رؤف و رحیم محمدؐ بن
عبد اللہ ابنِ عبد المطلب بن ہاشم ہیں۔ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(۹) آپ اللہ کے نبی ہیں آپ خاتم النبیین ہیں یعنی آپ پر
نبوّت ختم ہو گئی آپ کے بعد کسی کو نبوّت نہیں ملی۔ نہ ملے گی۔ آپ
نے بکثرت معجزات دکھلائے، آپ کی نبوّت تمام جہان کے لئے ہے
آپ کو اللہ تعالیٰ نے دینِ کامل عطا فرمایا۔ آپ کو حق تعالیٰ نے
معراج دی۔ یعنی ایک رات جاگنے کی حالت میں بُراق پر سوار ہو کر

مکہ سے بیت المقدس اور بیت المقدس سے آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ پھر آگے ۔۔۔ کو جہاں تک اللہ نے چاہا آپکو سیر کرائی گئی جنت دکھلائی گئی دوزخ دکھلائی گئی ۔ آپ شفیع المذنبین ہیں یعنی قیامت کے دن سب سے پہلے آپ باذنِ الٰہی اپنی اُمت کی شفاعت کرینگے اور آپ کی شفاعت مقبول ہوگی ۔ آپ کو خدا نے حوضِ کوثر عنایت فرمایا ۔ آپ کی اُمت بھی تمام امتوں سے اور آپ کے اصحاب سب نبیوں کے اصحاب سے افضل ہیں ۔

(۱۰) آپ کے تشریف لانے کے بعد اب کسی دوسری شریعت پر عمل کرنے والا نجات نہیں پا سکتا ۔

(۱۱) اللہ تعالیٰ نے اپنے بعضے نبیوں پر اپنی کتابیں بھی اُتاری ہیں جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل اور ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید۔

(۱۲) قرآنِ مجید اللہ کی کتابوں میں سب سے افضل ہے اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ ہے ۔

(۱۳) قرآنِ مجید کی حفاظت کا خدا نے وعدہ فرمایا ہے

اور اس وعدۂ الٰہی کے مطابق وہ بڑی حفاظت کے ساتھ موجود ہے اور قیامت تک رہے گا۔ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اس میں ایک حرف کی کمی بیشی تغیر تبدل نہیں ہوا اور اس کی ترتیب لوحِ محفوظ کے مطابق ہے۔

(۴) کوئی عاقل بالغ اس رتبہ کو نہیں پہنچ سکتا کہ پابندیِ شریعت اور پیرویِ پیغمبر اس سے معاف ہو جائے۔

فرشتوں کا بیان

اللہ تعالیٰ کی ایک خاص قسم کی مخلوق ہے اُس کو فرشتہ کہتے ہیں۔ فرشتے نہ مرد ہیں نہ عورت نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں۔ کھانے پینے سے جو چیزیں پیدا ہوتی ہیں جیسے بول و براز وغیرہ اُن سے بھی پاک ہیں۔

فرشتے گناہوں سے معصوم ہیں۔ فرشتوں کی تعداد بہت ہے سوا اللہ کے کسی کو معلوم نہیں۔

فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے کاموں پر مقرر کیا ہے۔ بعض کو اللہ تعالیٰ نے ہوا پر مقرر کیا ہے بعض کو پانی پر بعض کو جان نکالنے پر، بعض کو انسانوں کے اعمال لکھنے پر۔

فرشتوں میں ان چار کا مرتبہ بہت بڑا ہے۔ جبرئیل۔ میکائیل اسرافیل، عزرائیل علیہم السلام۔ حضرت جبرئیل پیغمبروں کے پاس وحی لانے پر مقرر ہیں اور حضرت میکائیل روزی رسانی پر۔ حضرت اسرافیل قیامت کے دن صور پھونکنے پر۔ حضرت عزرائیل جان نکالنے پر۔

تیسرا عقیدہ۔ عقیدۂ قیامت

ہمارا ایمان ہے کہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ تمام عالم فنا ہو جائے گا۔ جن اور انس اور فرشتے آسمان و زمین اور عرش و کرسی جنت و دوزخ سب فنا ہو جائیں گی صرف ایک ذاتِ پاک اللہ تعالیٰ کی موصوف بہ صفاتِ کاملہ باقی رہے گی۔ اس کے بعد پھر سب زندہ کئے جائیں گے۔ حساب و کتاب ہوگا۔ جزا و سزا ہوگی، اسی کو قیامت اور روزِ جزا کہتے ہیں۔ عقیدۂ تناسخ جس کو آواگون کہتے

ہیں بالکل باطل خیال ہے - ایک روح جو جسم سے نکل گئی پھر دوبارہ دوسرے جسم میں نہیں بھیجی جاتی -

قیامت کے متعلق بارہ[12] عقیدے ہیں جو نہایت ضروری ہیں - وہ حسب ذیل ہیں -

(۱) عالم آخرت برحق ہے یعنی اس دُنیا کے علاوہ ایک عالم اور ہے جو لوگ مرتے ہیں وہ اس عالم سے اُس عالم میں جاتے ہیں

(۲) مرنے کے بعد قبر میں یا جس حالت میں انسان ہو خدا کے دو فرشتے منکر و نکیر آتے ہیں اور مُردے سے سوال کرتے ہیں - دین پوچھتے ہیں اور اللہ اور اللہ کے رسول ؐ کے متعلق دریافت کرتے ہیں - ایمان والوں نیکو کاروں کے لئے قبر بہشت کا ایک باغ بن جاتی ہے اور کافر گنہگاروں کے لئے دوزخ کا گڑھا ہو جاتی ہے

ضغطہ قبر (یعنی قبر کی تنگی اور گھبراہٹ) کبھی نیک بندوں کو بھی ہوتا ہے -

(۳) قیامت کے آنے کا وقت کسی پیغمبر نے نہیں بتایا البتہ اس کی نشانیاں بتائی ہیں اور سب سے زیادہ تفصیل و توضیح کے ساتھ ہمارے

بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں وہ سب علامات برحق ہیں۔
ان علامات میں سے بڑی علامات دجّال کا نکلنا، امام مہدی کا ظاہر ہونا اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کا آسمان سے اُترنا ہے اور یاجوج ماجوج کا نکلنا اور آفتاب کا مغرب سے نمودار ہونا، دابۃ الارض کا نکلنا وغیرہ وغیرہ

ف۔ اہلسنت وجماعت کا مذہب ہے کہ امام مہدی ابھی پیدا نہیں ہوئے جو لوگ کہتے ہیں کہ وہ پیدا ہو چکے ہیں اور کسی غار میں پوشیدہ ہیں یہ بالکل غلط ہے اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کے متعلق ہمارا مذہب یہ ہے کہ وہ زندہ آسمان پر اُٹھا لئے گئے ہیں اور قریبِ قیامت پھر اُتارے جائیں گے اور شریعت محمدیہ کے مطابق حکومت کریں گے حضرت عیسٰی علیہ السلام اس وقت بھی مرتبۂ نبوّت پر ہوں گے ان کا بنی ہونا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم النّبیین ہونے کے خلاف نہیں کیونکہ ان کو نبوّت آپ سے پہلے کی ملی ہوئی ہے نہ آپ کے بعد کی۔ یاجوج ماجوج انسانوں کی ایک قوم کا نام ہے یہ قوم دو پہاڑوں کے درمیان بند ہے۔ قیامت کے قریب ظاہر ہو کر قتل وغارت سے دُنیا کو تباہ و برباد کر دے گی کوئی ان کا

مقابلہ نہ کر سکے گا، بالآخر آسمانی بلا سے وہ ہلاک ہو جائے گی۔

دابۃ الارض ایک عجیب الخلقت جانور ہے جو آفتاب کے مغرب سے طلوع ہونے کے دوسرے دن مکہ کے پہاڑ صفا سے برآمد ہوگا اور لوگوں سے انسانی زبانوں میں کلام کریگا۔

(۴) علاماتِ قیامت کے پائے جانے کے بعد حضرت اسرافیلؑ صور پھونکیں گے، صور کی پہلی آواز میں تمام عالم فنا ہو جائے گا اور دوسری آواز میں تمام اگلے پچھلے سب زندہ ہو کر زمین کے اوپر آجائینگے اور ہر چیز موجود ہو جائے گی پھر سب لوگ میدانِ حشر میں جمع کئے جاویں گے

(۵) نیکی و بدی کا حساب ہوگا۔ ہر انسان نے اپنی تمام عمر میں جتنے کام کئے سب کرام کاتبین فرشتوں نے لکھ لئے وہ اعمالنامے محفوظ ہیں، اُس دن نیکوں کے اعمالنامے ان کے داہنے ہاتھ میں اور بدوں کے اُن کے بائیں ہاتھ میں دئیے جائیں گے۔

(۶) اعمال کے تولنے کے لئے ایک ترازو قائم کی جائے گی اس میں نیکی، بدی کا وزن کیا جائے گا۔ یہ ترازو حقیقتاً ترازو ہوگی مگر دنیا کی ترازوؤں کے مانند نہیں، جن لوگوں کی نیکی کا پلہ

بھاری ہوگا وہ بہشت میں بھیجے جائیں گے اور جن کی بدیوں کا پلّہ بھاری ہوگا وہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔

(۷) پُل صراط برحق ہے یعنی دوزخ کے اوپر ایک پل بنایا جائیگا جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا۔ حساب کتاب کے بعد سب لوگوں کا اس پُل سے گزرنا ہوگا۔ نیک لوگ اپنے اپنے اعمال کے مطابق اس پُل سے تیزی کے ساتھ نکل جائیں گے اور بُرے لوگ اپنے گناہوں کے موافق کوئی زخمی ہو جائے گا، کوئی دوزخ میں کٹ کر گر جائے گا۔

(۸) بہشت اور دوزخ برحق ہے وہ اب بھی موجود ہے۔ بہشت میں اعلیٰ درجہ کے مکانات، عمدہ عمدہ باغ دودھ اور شہد اور نفیس پاکیزہ شراب اور نفیس پانی کی نہریں اور ہر قسم کی اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتیں ہیں دوزخ میں آگ کا عذاب اور طرح طرح کی تکلیفیں ہیں۔ کافروں کو ہمیشہ ہمیش دوزخ میں رہنا ہوگا کبھی اُن کو نجات نہ ملے گی۔ اور کوئی گنہگار مومن اگر دوزخ میں ڈالا جائے گا تو چند روز کے لئے، اپنی سزا بھگتنے کے بعد، اور بعض لوگ اس سے قبل شفاعت

سے یا محض خدا کی رحمت سے نجات پائیں گے۔ علیٰ ہٰذا جنت میں جانے کے بعد جنتی کبھی وہاں سے نکالے نہ جائیں گے۔ ہمیشہ ہمیش جنت میں رہیں گے۔

(۹) بہشت اور دوزخ کے درمیان میں ایک مقام اعراف ہے وہاں کے لوگ جنتیوں اور دوزخیوں دونوں کو دیکھیں گے اور اُن سے کلام کریں گے۔

(۱۰) ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن ایک حوض عنایت ہوگا جس کا نام حوضِ کوثر ہے۔ ایمان والوں کو اس حوض کا پانی آپ پلائیں گے۔

(۱۱) ہمارے نبی کریم جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن گنہگاروں کی شفاعت کریں گے اور آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ اُس وقت آپ کا رُتبۂ عالی سب اگلوں پچھلوں پر ظاہر ہوگا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے پیغمبر ہوئے اُن میں سے کوئی بھی شفاعت کی ہمت نہ کرے گا مگر آپ کی شفاعت کے بعد پھر اور انبیاء بھی شفاعت فرمائیں گے۔

آپ کی اُمّت کے علماء و شہداء بھی شفاعت کریں گے۔

ف ۔ روزِ قیامت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بعض لوگوں کو قبر میں شفاعت کر کے عذابِ الٰہی سے بچا لینا بھی ثابت ہے اور قیامت کے دن آپ کی شفاعت تین قسم کی ہوگی ۔

۱ ۔ بعض لوگوں کو دوزخ میں جانے سے بچانے کے لئے

۲ ۔ بعض دوزخیوں کو دوزخ سے رہائی دلانے کے لئے

۳ ۔ بعض کے مدارج و مراتب بڑھانے کے لئے ۔

(۱۲) بہشت میں سب سے بڑی نعمت خدا کا دیدار ہوگا ۔ جنتی لوگ اللہ تعالیٰ کو بے حجاب و بے نقاب دیکھیں گے جس طرح دُنیا میں چودہویں رات کے چاند کو دیکھتے ہیں جب کہ آسمان گرد و غبار اور ابر و باد سے بالکل صاف ہو ۔

یا اللہ اپنے فضل و کرم سے مرنے کے وقت ہماری مدد فرمانا دُنیا سے ایمان کے ساتھ اُٹھانا اور قبر میں ہماری مدد فرمانا ۔ اس تنہائی و بیکسی میں سوا تیرے کوئی کام آنے والا نہیں اور قیامت کے دن ہماری مدد فرمانا اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے

بہشت میں داخل کرکے اپنے دیدار سے مشرف فرمانا آمین بالنبی الامین۔
صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

متفرقات

(۱) اولیاء اللہ کی کرامتیں حق ہیں۔

خوارقِ عادات اگر نبی سے ظاہر ہوں تو معجزہ کہلاتی ہیں اور نبی کے پیرو سے اگر ظاہر ہوں تو کرامت کہی جاتی ہیں۔

ف ولایتِ الٰہی کی دو قسمیں ہیں ایک ولایتِ عامّہ جو تمام اہلِ ایمان کو حاصل ہے۔ دوسری ولایتِ خاصہ جو صرف اولیاء اللہ کو حاصل ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت سے ممتاز اور اتباعِ شریعت کی دولت سے سرفراز ہوں۔

(۲) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام تمام اولیاء اللہ سے افضل ہیں۔

(۳) زندہ ایمان والوں کی دعا سے اور ایصال ثواب سے مردہ مومن کو نفع پہونچتا ہے۔

ف۔ مالی عبادت کا ثواب پہونچنے میں تو تمام اہلِ حق کا اتفاق ہے

کوئی شخص صدقہ دے کر یا اللہ کی رضامندی کے لئے کسی طریقہ سے اپنا مال خرچ کرکے خدا سے دعا کرے کہ یا اللہ اس کا ثواب فلانے کو پہونچا دے تو بالاتفاق سب کے نزدیک اس کا ثواب پہنچ جاتا ہے، لیکن بدنی عبادات کا ثواب پہونچنے میں البتہ اختلاف ہے۔ ہمارے امام اعظم امام ابو حنیفہ رح اس امر کے قائل ہیں کہ مالی عبادات کی طرح بدنی عبادات کا ثواب بھی پہنچتا ہے

(۴) ہر مسلمان کے پیچھے خواہ وہ فاسق ہو یا متقی نماز پڑھنا درست ہے ہاں جن لوگوں کا فسق یا بدعت حدِ کفر تک پہونچ جائے جیسے روافض بوجہ عقیدہ تحریفِ قرآن کے یا مرزائی بوجہ انکار ختم نبوت کے اس حد کو پہونچ گئے ہیں اُن کے پیچھے البتہ نماز درست نہیں۔

(۵) ہم اہلِ قبلہ کو کافر نہیں کہتے۔ اہلِ قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ہمارے قبلہ کی ملت یعنی دینِ اسلام کی تمام ضروریات کو مانتے ہوں جو لوگ دین کی ضروریات میں سے کسی بات کا انکار کریں اور یہ انکار کسی تاویل کی بنا پر نہ ہو وہ لوگ اہلِ قبلہ نہیں کہے جائیں گے۔

(۶) کبیرہ گناہ کے کرنے سے کوئی مسلمان کافر نہیں ہوتا بشرطیکہ اس کو گناہ جانتا ہو۔

(۷) موزوں پر مسح کرنا درست ہے، نبیذ حلال ہے، متعہ حرام ہے۔

ف - یہ چیزیں اگرچہ از قسم اعتقاداتِ اصلیہ نہیں ہیں، مگر چونکہ اہلِ سنت اور اہلِ بدعت کا شغف ان مسائل میں بہت ہوا۔ اس لئے علماء نے عقائد میں ان کا ذکر فرمایا ہے۔

نبیذ اُس پانی کو کہتے ہیں جسمیں چھوہارے یا انگور ڈال دیئے جائیں کہ ان کی شیرینی پانی میں آجائے اور کچھ تیزی پیدا ہوجائے لیکن نشہ نہ پیدا ہو۔ نشہ پیدا ہوجائے تو بالاتفاق اس کا ایک قطرہ بھی حرام ہے

(۸) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جن لوگوں کے لئے جنت کی خوشخبری سُنائی اُن کو ہم قطعی جنتی جانتے ہیں۔ ان کے سوا کسی خاص شخص کی بابت قطعی جنتی ہونے کی شہادت نہیں دے سکتے۔

(۹) کسی گناہگار پر بالتخصیص لعنت کرنا جائز نہیں۔

(۱۰) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا ذکر بُرائی کے ساتھ جائز نہیں بلکہ ضروری ہے کہ جب اُن کا ذکر کیا جائے تو تعریف کے ساتھ کیا جائے۔

ف ۱ صحابہ کرام میں مہاجرین و انصار کی بڑی تعریف قرآن مجید میں ہے

خدا نے اُن سے اپنی رضامندی ظاہر فرمائی ہے اور اُن کے بڑے بڑے مدارج ارشاد فرمائے ہیں۔ مہاجرین وانصار میں بھی اہلِ حدیبیہ کا اور اُن میں اہلِ بدر کا اور اُن میں بھی عشرۂ مبشرہ کا اور اُن میں بھی خلفائے راشدین کا رُتبہ دوسروں سے زیادہ ہے۔

ف۱۰۔ صحابہ کرام کے ساتھ حُسنِ ظن نہ رکھنے سے تمام دین درہم برہم ہوجاتا ہے۔ آج روافض اسی مصیبت میں مبتلا ہیں کہ اپنا ایمان قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ثابت نہیں کرسکتے۔ اس کا اصلی سبب یہ ہے کہ اُنھوں نے صحابہ کرامؓ سے بجائے حُسنِ ظن کے سخت بدگمانیاں پیدا کرلیں۔

(۱۱) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی ایسے شخص کو جو دین کے قائم رکھنے اور احکامِ شرعیہ کے جاری کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو اپنا امام منتخب کرنا جس کو خلیفہ بھی کہتے ہیں مسلمانوں پر ضروری ہے۔ خلیفہ کا معصوم ہونا یا خدا اور رسول کی طرف سے نامزد ہونا ضروری نہیں۔

ف۔ اس مسئلہ میں روافض نے اہلِ سنت وجماعت کی بڑی مخالفت کی ہے وہ لوگ کہتے ہیں کہ خلیفہ کا تقرر منجانب اللہ ہونا چاہیے

وہ لوگ بظاہر تو حضرت علی اور ائمہ مابعد کا رتبہ بڑھاتے ہیں کہ اُن کو مثلِ رسول معصوم کہتے ہیں لیکن درحقیقت وہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین کرتے ہیں۔ روافض کا مسئلہ امامت فی الواقع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت کا انکار ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔

(۱۲) رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافتِ راشدہ تیس[۳۰] برس رہی، اس مدت میں جو حضرات خلیفہ ہوئے وہ خلفائے راشدین ہیں اُن کو ہم تمام صحابۂ کرام سے افضل جانتے ہیں اور اُن میں باہم ایک دوسرے پر بہ ترتیبِ خلافت فضیلت ہے۔

ف اگرچہ یہ مسئلہ بھی فروعی مسئلہ ہے مگر روافض نے اس مسئلہ میں اہلِ سنت سے اختلاف کر کے ایسے خراب نتائج پیدا کر دیئے ہیں کہ یہ مسئلہ بہت زیادہ اہم ہو گیا اور علمائے اسلام کو صاف کہنا پڑا کہ جب تک خلفائے راشدین کی خلافت کو حق نہ مانا جائے گا دین کا کوئی مسئلہ قائم نہیں رہ سکتا۔

تمت

الحمد للہ تعالیٰ کہ عقائد کا مختصر بیان ختم ہو گیا

اس کے بعد سیرتِ قدسیہ کا بیان ہے۔ ومن اللہِ التوفیق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

حامداً و مصلیاً و مسلماً ٥

ہمارے پیغمبر شفیعِ روزِ محشر حضرت خیر البشر کا نام نامی محمد[1] اور احمد ہے صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم اور کنیت[2] ابو القاسم والد ماجد کا اسم گرامی عبد اللہ والدہ کا نام مبارک آمنہ ہے۔

نسب پدری اس طرح ہے محمد صلے اللہ علیہ وسلم بن عبد اللہ[2] ابن عبد المطلب[3] بن ہاشم[4] بن عبد مناف[5] بن قصی[6] بن کلاب[7] بن مرہ[8] ابن کعب[9] بن لوی[10] بن غالب[11] بن فہر[12] بن مالک[13]

---

[1] یہ دونوں نام آپ کے اسم ذات ہیں جن میں سے دوسرا نام اگلی آسمانی کتابوں میں آیا ہے ان دونوں ناموں کے علاوہ اسمائے صفات آپ کے بہت ہیں جیسے بشیر۔ نذیر، رؤف، رحیم طٰہٰ، یٰسین وغیرہ صلے اللہ علیہ وسلم وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم [2] کنیت اس نام کو کہتے ہیں جس کے شروع میں لفظ اب یا ام یا ابن ہو۔

بن نضر[۱۴] بن کنانہ[۱۵] بن خزیمہ[۱۶] بن مدرکہ[۱۷] بن الیاس[۱۸] بن مضرہ[۱۹] بن نزار[۲۰] بن معد[۲۱] ابن عدنان[۱]

اور نسبِ مادری اس طرح ہے آمنہ[۱] بنتِ وھب[۲] بن عبد مناف[۳] ابن زھرہ[۴] بن کلاب[۵] بن مرہ الخ

آپ کے آبائے کرام اپنے اپنے وقت میں اوصافِ فاضلہ اور اخلاقِ حسنہ میں یکتا ہوتے رہے اور نورِ نبوت اُن کے چہروں میں چمکتا رہا خصوصاً آپ کے والدین شریفین کے حالات جو آج بھی تاریخ کی کتابوں میں ملتے ہیں بہت بلند حالات ہیں۔

صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وسلم

ولادت شریف

جناب سید الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں تشریف لانا ایک ایسا عظیم الشان واقعہ ہے کہ غیر مسلم لوگ بھی

---

[۱] اس قدر نسب آپ کا متفق علیہ ہے مگر اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام تک ناموں میں اور اُن کی تعداد میں اختلاف ہے ۱۲ شجرۂ طیبہ کا نقشہ صفحۂ آخر پر ملاحظہ فرمائیے۔

اُس کی عظمت و اہمیت کا اِنکار نہیں کر سکتے اور ہم مسلمان لوگ تو اس کو خدا کی قدرتِ کاملہ کا بہترین نمونہ اعتقاد کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں بھی اس کو حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کے دلائل میں شمار فرمایا ہے۔

آفرینشِ عالم محض آپ کی ذاتِ گرامی کے لئے ہوئی۔ احادیث میں تو یہ مضمون تصریح کے ساتھ ہے مگر قرآنِ مجید سے اس کا ثبوت اس طرح ہو سکتا ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ یعنی میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے تو معلوم ہوا کہ مقصدِ آفرینش عبادتِ الٰہی ہے یوں تو تمام انبیاء علیہم السّلام عبادتِ الٰہی کے معلّم ہیں مگر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسی کامل و مکمل تعلیم عبادتِ الٰہی کی دی ایسی کسی سے ظاہر نہیں ہوئی، اسی وجہ سے خدا نے آپ کے دین کو دینِ کامل فرمایا پس آپ کی ذاتِ اقدس مقصودِ آفرینش یعنی عبادتِ الٰہی کی بنیاد ہوئی۔ لہٰذا آپ کی آفرینش کا مقصودِ اصلی ہونا اچھی طرح ظاہر ہو گیا۔

تمام انبیاء علیہم السّلام نے اپنے اپنے وقت میں آپ کی

بشارت سُنائی۔ آپ کے متعلق پیشین گوئیاں کیں، کتبِ الٰہیہ میں آپ کا ذکر نازل ہوا، آپ کے مناقب وفضائل آپ کے اخلاق و شمائل کا بیان فرمایا گیا۔ خاص کر توریت وانجیل میں ایسی صاف و صریح پیشین گوئی آپ کے متعلق کی گئی کہ قرآن مجید میں فرمایا اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ یعنی جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

ولادتِ باسعادت آپ کی خاص شہر مکہ میں ہوئی جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے وقت سے آپ کے آبائے کرام کا مسکن اور وطن تھا۔ جس سال واقعۂ فیل پیش آیا اس واقعہ کے پچاس دن بعد جب کہ نوشیروان عادل بادشاہِ فارس کی سلطنت کا چالیسواں سال تھا۔ ربیع الاوّل کے مہینہ میں دوشنبہ کے دن صبح صادق کے وقت آٹھویں[1] تاریخ اور

---

[1] حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ماثبت بالسنہ میں لکھتے ہیں کہ شیخ قطب الدین قسطلانی فرماتے ہیں کہ اکثر محدثین نے اسی آٹھویں تاریخ کو اختیار کیا ہے اور حضرت ابن عباس رضؓ سے بھی یہی منقول ہے اور قضاعی نے بیان کیا ہے کہ ارباب سیر کا اسپر اجماع ہے ۱۲

اور بقولِ بعض بارھویں[۱] حضورؐ نے اس خاکدانِ تیرہ کو اپنے جمالِ جہاں آرا سے منور فرمایا، صحیح یہ ہے کہ آپ اپنے والدین شریفین کے اکلوتے فرزند تھے، آپ کا نہ کوئی بھائی تھا، نہ کوئی بہن صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم۔

جب آپ اپنی والدہ ماجدہ کے شکمِ اطہر میں رونق افروز ہوئے اُس وقت سے جو جو عجائب و غرائب از قسم معجزات و برکات ظاہر ہوئے بے شمار ہیں۔ جس قدر بہ اسانیدِ صحیحہ ثبوت کو پہونچ گئے ہیں اُن میں سے چند اس مقام پر زیب رقم کئے جاتے ہیں۔

۱۔ چند سال پیشتر سے قریش بہت تنگی و قحط سالی میں مبتلا تھے نقرو فاقہ کی وجہ سے عجیب حالت تھی۔ جنابِ آمنہ رضؓ کے حاملہ ہوتے ہی وہ تکلیف و مصیبت راحت سے مبدل ہو گئی، خوب پانی برسا، تمام زمین سرسبز و شاداب ہو گئی، ایسا انقلاب ہوا کہ لوگوں نے اس سال کا نام سنۃ الفتح والابتہاج (کشادگی اور خوشی کا سال) رکھا۔

---

[۱] ماثبت بالسنہ میں ہے کہ یہی قول یعنی بارہویں تاریخ مشہور رہے اور محدثین میں سے طیبی نے اسی کو متفق علیہ لکھا ہے مگر اس کا متفق علیہ ہونا محل گفتگو ہے ۱۲

۲۔ جناب آمنہ رض سے مروی ہے کہ جب وہ اس عزت و شرف سے مشرف ہوئیں کہ جلوۂ اشرف المخلوقات اُن کے شکم اقدس میں چمکا تو خواب و بیداری کی درمیانی حالت میں اُنھوں نے دیکھا کہ کوئی اُن سے کہہ رہا ہے۔ "اے آمنہ، تمھارے حمل میں اس اُمت کا سردار ہے" اور اسی قسم کے خواب زمانۂ حمل میں وہ پے در پے دیکھتی رہیں۔

۳۔ فرماتی ہیں کہ زمانۂ حمل میں ثقل و گرانی۔ طبیعت کی بے لطفی متلی وغیرہ جس طرح عورتوں کو معلوم ہوتی ہے مجھے ذرا نہیں معلوم ہوئی

۴۔ ولادت با سعادت کے وقت حضرت آمنہ کی آنکھوں سے حجابات اُٹھ گئے، ایک روشنی اُن کو ایسی معلوم ہوئی کہ ملکِ شام کے محل انھوں نے دیکھے اور دیکھا کہ تین جھنڈے گڑے ہوئے ہیں ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں، تیسرا کعبہ کی چھت پر۔ یہ بھی دیکھا کہ کچھ سفید پرندے اُڑ رہے ہیں جن کی منقاریں زمرد کی ہیں اور بازو یاقوت کے اور کچھ عورتیں اور مرد ہوا میں کھڑے ہوئے ہیں، اُن کے ہاتھوں میں چاندی کی صراحیاں ہیں۔

۵۔ اُس شب میں جس کی صبح کو ولادتِ باسعادت ظہور میں آئی

کسریٰ شاہ فارس کا محل ہلنے لگا۔ چودہ کنگرے اس کے گر پڑے آتشِ فارس ہزار سال سے روشن تھی اور اُس کی پرستش کی جاتی تھی، دفعتاً بجھ گئی اور چشمہ ساوہ جس کی مدت سے پرستش ہو رہی تھی خشک ہو گیا۔

۶۔ ایک یہودی بغرضِ تجارت شہر مکہ میں مقیم تھا، شبِ ولادت اُس نے اور یہودیوں کو جمع کر کے کہا "احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ستارہ نکل آیا۔ وہ اسی شب میں پیدا ہوں گے"۔ پھر قریش سے پوچھنا شروع کیا کہ کسی کے یہاں ولادت تو نہیں ہوئی؟۔ معلوم ہوا کہ حضرت عبدالمطلب کے یہاں ہوئی ہے۔ سب یہودی حضرت آمنہ رضؓ کے درِ دولت پر حاضر ہوئے اور خواہش کی کہ ہم اس بچہ کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے دکھا دیا، وہ یہودی دیکھتے ہی بے ہوش ہو گیا اور کہنے لگا "افسوس بنی اسرائیل سے نبوّت نکل گئی"۔

۷۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ جس وقت آپ پیدا ہو چکے، میں نے دیکھا کہ ایک ابر کا ٹکڑا آیا اور آپ کو اُٹھا لے گیا، پھر میں نے سُنا کہ منادی کہہ رہا تھا کہ "ان کو، تم دُنیا میں پھراؤ، مشرق و مغرب اور

دریاؤں میں بھی لے جاؤ، تاکہ سب لوگ ان کے نام اور شکل و صورت اور صفت و سیرت سے واقف ہو جائیں اور سمجھ لیں کہ یہی وہ شخص ہیں جن کے زمانہ میں شرک مٹ جائیگا۔" پھر تھوڑی ہی دیر بعد وہ ابر ہٹ گیا اور حضرت میرے پاس آ گئے۔

جناب سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کے شکمِ اقدس ہی میں تھے[1] کہ آپ کے والدِ ماجد حضرتِ عبداللہ کی وفات ہو گئی۔ حضرت عبدالمطلب نے اُن کو چھوہارے خرید نے یا مدینہ منورہ بھیجا تھا، وہیں وفات پائی اور جب آپ چار برس[2] کے ہُوئے تو آپ کی والدہ جناب آمنہ خاتون نے بھی اس عالمِ فانی سے رحلت فرمائی۔ آپ کی کفالت حضرت عبدالمطلب نے اپنے ذمہ لی جب عمر شریف آٹھ برس دو مہینے دو روز کی ہوئی تو حضرت عبدالمطلب بھی راہیِ ملکِ بقا ہوئے اور آپ کی کفالت کا شرف حضرت ابوطالب کو ملا۔

---

[1] بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہو چکے تھے ۱۲
[2] اس تعداد میں اختلاف ہے ف حضرتؐ کے والدینِ ماجدین کے کفر و ایمان کے متعلق بہتر یہی ہے کہ سکوت کیا جائے بعض روایات میں آیا ہے کہ وہ دونوں زندہ کئے گئے اور حضرت پر ایمان لائے ۱۲

عرب میں یوں بھی لکھنے پڑھنے کا چنداں رواج نہ تھا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یتیم تھے اور بچپن کی یتیمی کے باعث آپ کی دل شکستگی کا خیال اسی قسم کے وجوہ نے آپ کی کفالت کرنے والوں کو اس طرف متوجہ نہ ہونے دیا اور آپ کو کسی اُستاد کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرنے کی نوبت نہیں آئی، اور آپ اُمّی ہی رہے۔

امی و کتاب خانہ در دل خاکی و بادجِ عرش منزل

رضاعت کا بیان

عرب میں دستور تھا کہ مائیں اپنے بچوں کو خود بہت کم دودھ پلاتی تھیں بلکہ اطراف وجوانب میں کچھ قبیلے ایسے تھے جن کی بسر اوقات اسی پیشہ رضاعت پر تھی، یہ کام اُنھیں سے لیا جاتا تھا، وہاں کی عورتیں ہر موسم میں آتیں اور شہر سے بچوں کو لے جاتی تھیں، ایام رضاعت کے تمام ہوجانے کے بعد بچوں کو اُن کے والدین کے پاس پہونچادیتی تھیں۔ چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو سب سے پہلے آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ نے تین دن یا

سات دن آپ کو دودھ پلایا۔ پھر ثوبیہ کنیز ابولہب نے (جن کو ولادت کی بشارت کے صلہ میں ابولہب نے آزاد کردیا تھا) پھر خولہ بنت منذر اور اُمِّ ایمن نے یہ شرف حاصل کیا، پھر قبیلہ سعد کی ایک عورت نے پھر اور تین عورتوں نے کہ اُن میں سے ہر ایک کا نام عاتکہ تھا۔ مگر اُن سب نے تھوڑے تھوڑے دن دودھ پلایا۔ زیادہ حضرت حلیمہ بنت ابی ذویب نے (جو قبیلہ بنی سعد سے ہیں) آپ کو دودھ پلایا وہ سب کے بعد اس دولت سے مشرف ہوئیں۔ فرماتی ہیں کہ میں اپنے قبیلہ کی چند عورتوں کے ساتھ دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں مکہ میں آئی۔ اس زمانہ میں ہمارے یہاں سخت قحط سالی تھی۔ اس قدر دودھ بھی میرے نہ تھا جو میرے بچہ کو کفایت کرتا نہ میری اونٹنی اتنا دودھ دیتی تھی کہ وہ ضروریات کو کافی ہوتا۔ میرے ساتھ کی عورتیں رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا کرتی تھیں، مگر جب اُن کو یہ معلوم ہوا کہ آپ یتیم ہیں اور آپ کی رضاعت میں کسی معقول نفع کی اُمید نہیں۔ تو سب نے انکار کردیا اور دوسرے بچے لے لئے۔ میں باقی رہ گئی اور مجھے کوئی بچہ نہ ملا تھا، مجبور ہوکر میں نے آپ کو قبول کرلیا

جب میں آپ کو لے گئی تو بہت سے عجائبات مشاہدہ کئے۔ جس گدھی پر میں سوار تھی اُس نے کعبہ کی طرف سجدہ کیا اور یا تو وہ بہت سست تھی یا تمام قافلہ سے آگے چلنے لگی۔ اس قسم کے حالات دیکھ کر میری ساتھ والیاں کہتی تھیں کہ حلیمہ کی شان ہی نرالی ہے۔ محض آپ کی برکت سے ہماری وہ سب تنگی و عسرت دفع ہو گئی، ہمارے مویشی خوب دودھ دینے لگے۔ جب مدتِ رضاعت ختم ہو گئی تو میں آپ کو جنابِ آمنہ کے پاس لے گئی مگر آپ کی مفارقت گوارا نہ ہوئی اور میں نے آپ کی والدہ ماجدہ سے باصرار چند روز کے لئے آپ کو اپنے پاس اور رکھنے کی اجازت لی اور آپ کو واپس لے گئی، مگر دو تین مہینے گزرے تھے کہ واقعہ شقِ صدر پیش آیا جس سے میں ڈر گئی اور مناسب سمجھی کہ آپ کو بخیریت واپس کر کے امانت سے سبکدوش ہو جاؤں۔

قبل از نبوت آپ کے حالات کی حفاظت کی طرف لوگوں کو ایسی توجہ نہ تھی، اسی وجہ سے آپ کے بہت سے حالات مروی نہیں ہوئے مگر تاہم آپ کے حالات چونکہ معمولی نہ تھے لہٰذا بعض بعض حالات

جن میں کچھ مافوق الفطرت باتیں تھیں لوگوں کو یاد رہ گئے چنانچہ بالاختصار کچھ واقعات لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ حضرتِ حلیمہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے سب سے پہلے اپنا داہنا پستان دیا، آپ نے دودھ پی لیا، پھر میں نے ہر چند چاہا کہ بائیں پستان سے بھی آپ پئیں مگر آپ نے نہ پیا اور ہمیشہ یہی دستور رہا کہ داہنی طرف کا دودھ آپ پیتے، اور بائیں پستان کو اپنے رضاعی بھائی کے لیے چھوڑ دیتے تھے۔ سبحان اللہ کیسا عدل و انصاف تھا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم

۲۔ بچپن میں آپ مثل اور لڑکوں کے کبھی کھیل کود میں مشغول نہ ہوتے تھے بلکہ جب آپ اور لڑکوں کو کھیلتے ہوئے دیکھتے تو اُن سے علیحدہ ہو جاتے تھے اور لڑکوں کی طرح آپ کے لئے تنبیہ و تادیب کی ضرورت نہیں ہوئی بلکہ آپ کے بزرگ خود ہی آپ کی تعظیم و تکریم کرتے تھے، جو شخص بچپن میں آپ کو دیکھتا وہ یہ سمجھ لیتا کہ آئندہ آپ کی شان کچھ اور ہی ہونے والی ہے آپ کے جدِّ امجد حضرت عبدالمطلب کے لیے خانہ کعبہ میں فرش بچھایا جاتا تھا، اس پر بہ لحاظِ ادب کوئی اور نہیں بیٹھتا تھا اسلئے کہ

حضرت عبد المطلب سردارِ قریش تھے) مگر آنحضرتؐ جب تشریف لے جاتے اسی فرش پر بیٹھتے۔ ایک مرتبہ کسی نے منع کیا تو حضرت عبد المطلب نے فرمایا۔ "منع نہ کرو یہ میرا بیٹا اسی قابل ہے"۔

۳۔ قبل نبوت دو مرتبہ شقِ صدر واقع ہوا، ایک مرتبہ حضرت حلیمہ کے یہاں ہوا، اس کو حضرت حلیمہ کے بیٹے نے دیکھا اور خوفزدہ ہو کر دوڑتے ہوئے اپنی والدہ کے پاس آ کر بیان کیا کہ "اے ماں میرے قریشی بھائی کو دو سفید پوش مردوں نے آ کر لٹا دیا اور ان کا سینہ چاک کر ڈالا اور دوسری مرتبہ شقِ صدر دس برس کی عمر میں واقع ہوا، اُس وقت آپ جنگل میں تھے[۱]۔

۴۔ جب آپ دھوپ میں چلتے تھے تو ایک ٹکڑا ابر کا آپ کے سر اقدس پر سایہ کر لیتا تھا حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ میں گوارا نہ کرتی تھی کہ آپ گھر سے دور کسی جگہ جائیں۔ ایک مرتبہ میری غفلت میں آپ کی

---

[۱] تیسری مرتبہ شقِ صدر بوقتِ بعثت ہوا اور چوتھی مرتبہ بوقتِ معراج شریف صورت یہ ہوتی تھی کہ فرشتے آپ کا سینہ مبارک چاک کرتے اور آپ کے قلب مبارک کو نکالکر ایک طشت میں آب زمزم بھرا ہوتا تھا دھوتے اور کدورت وغیرہ صاف کرتے تھے

رضاعی بہن (شیماء) دوپہر کے وقت آپ کو بکریوں کے ساتھ جنگل لے گئیں۔ یہ (شیماء پر) خفا ہونے لگی کہ تم ایسی دھوپ میں انھیں باہر لے گئیں اُنھوں نے جواب دیا کہ اے ماں میرے قریشی بھائی کو دھوپ سے کچھ تکلیف نہیں ہوتی، ابر اُن پر سایہ کر لیتا ہے!!

۵۔ حضرت عباس بن عبد المطلب سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے بچپن میں رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ چاند سے باتیں کرتے اور انگشت مبارک سے اس کی طرف اشارہ فرماتے تھے۔ جس طرف اشارہ فرماتے تھے وہ ہٹ جاتا تھا۔

۶۔ حضرت عبد المطلب کے بعد ایک مرتبہ مکہ میں قحط پڑا قریش نے ابو طالب سے کہا کہ دعا کیجیے حضرت ابو طالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر کعبہ کے پاس آئے اور حضرت کے وسیلے سے دعا مانگی ابھی دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ زور و شور سے پانی برسنے لگا۔ اور خوب برسا۔ اس مضمون کو حضرت ابو طالب نے اپنے شعر میں نظم کیا ہے ؎

وابیض یستسقی الغمام بوجہہ ثمال الیتامی عصمۃ للارامل

ل یعنی وہ گورے رنگ والا جس کے منہ کے وسیلہ سے ابر سے مانگا جاتا ہے (یہی ہے) یتیموں کا ماویٰ اور بیواؤں کا جائے پناہ۔ ۱۲

۷۔ بُت پرستی اور بیحیائی کے کاموں سے آپ ہمیشہ مجتنب رہے اگرچہ اُس وقت تک نہ جانتے تھے کہ یہ باتیں کیوں قبیح ہیں اور ان کے اجتناب میں فوائد کیا ہیں۔ مگر طبعی تنفر ان کاموں سے اُن کو باز رکھتا۔ زمانۂ جاہلیت میں برہنہ طواف کرنا بڑی عبادت سمجھا جاتا تھا ایک مرتبہ لوگوں نے آپ سے بھی اصرار کیا یہاں تک کہ جبراً آپ کی ازار مبارک کھول دی، اُس وقت آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

۸۔ آپ کی صداقت و امانت مکہ میں مشہور تھی اور اس قدر تجربہ میں آچکی تھی کہ آپ کا لقب "امین اور صادق" ہو گیا تھا۔

۹۔ آپ کو ملک سے باہر جانے اور سفر کرنے کا قبل از نبوت صرف تین بار اتفاق ہوا، ایک مرتبہ یمن کی طرف اپنے چچا حضرت زبیر اور حضرت عباس کے ہمراہ اور دو مرتبہ ملک شام کی طرف پہلی بار اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ، اس وقت آپ کی عمر شریف دس برس کی تھی، جب قافلہ شہر بصریٰ میں پہنچا تو مذہب عیسوی کے ایک عالم درویش بحیرا راہب کی نظر آپ پر پڑ گئی اور اس نے پہچان لیا، ابوطالب سے کہنے لگا یہ "خدا کے رسول ہیں اور یہی وہ نبی امی ہیں جن کی بشارت توراۃ و زبور

انجیل میں ہے جب آپ لوگ یہاں اُترے تو درختوں اور پتھروں نے ان کو سجدہ کیا، یہ بات نبی کے ساتھ مخصوص ہے آپ کو شام نہ لے جایئے مکہ واپس لے جایئے ورنہ شام کے یہودیوں سے ان کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہے اور دوسری بار حضرت خدیجہؓ کے غلام میسرہ کے ہمراہ بغرض تجارت حضرت خدیجہ کی طرف سے سفر کیا۔ اب کی مرتبہ خاص ملکِ شام میں پہنچے، ایک گرجا کے قریب قیام کیا، اس گرجا کے راہب نے بھی آپ کو پہچان لیا، میسرہ کا بیان ہے کہ جب دھوپ کا وقت ہوتا تو دو فرشتے آپ پر سایہ کرلیتے تھے۔

۱۰۔ حضرت خدیجہؓ قریش میں بڑی صاحب حسب اور صاحب عقل و تدبیر تھیں، عورتوں میں ایسی باتیں کم ہوتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ جمیلہ سُن سن کے اور یہ معلوم کرکے علمارِ یہود و نصاریٰ کو آپ کی نسبت نبی موعود ہونے کا خیال ہے۔ اس بات کی محرک ہوئیں کہ آپ ان کو اپنی زوجیت میں قبول فرمائیں۔ حضرت نے منظور فرمایا اس وقت آپ کی عمر شریف پچیس ۲۵ سال تھی اور حضرت خدیجہ کی چالیس سال۔ ابوطالب نے آپ کا نکاح کر دیا۔ خطبہ نکاح میں یہ جملہ بھی کہا تھا "ابن اخی محمد بن عبد اللہ لایوزن برجل الارجح بہ وان کان[۱]

---

[۱] یعنی یہ میرے بھتیجے محمد بن عبد اللہ ایسے ہیں کہ دنیا میں کوئی شخص ان کا مثل نہیں ہے گو مال انکے پاس نہیں ہے، مگر مال ایک عارضی چیز ہے ۱۲

فِی المالِ قلّ فَاِنَّ المالَ ظلّ زالٍ واھی حائلٌ "

۱۱۔ جب عمر شریف سینتیس ۳۵ سال کی تھی اس وقت قریش نے کعبہ مکرمہ کی از سر نو تعمیر کا ارادہ کیا، عمارتِ سابقہ بہ چند وجوہ قابلِ ترمیم تھی چنانچہ اس کو منہدم کرکے نئی عمارت کی بنیاد قایم کی، عمارت کا ہر حصہ ہر قبیلے نے تقسیم کر لیا جب حجر اسود کے رکھنے کا وقت آیا تو بڑی نزاع ہوئی، ہر ایک قبیلہ یہی چاہتا تھا کہ یہ شرف مجھی کو حاصل ہو، حجر اسود میں ہی رکھوں، آخر سب اس بات پر متفق ہوئے کہ دروازے سے پہلا شخص جو آئے اُسی سے فیصلہ کرایا جائے، خدا کا کرنا یہ کہ اس وقت مسجد کے دروازے سے سب سے پہلے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ کے آتے ہی ہر طرف سے آوازیں آنے لگیں کہ " امین آگئے "! ان کے فیصلہ پر ہم سب راضی ہیں حضرت نے حجر اسود اپنے دستِ حق پرست سے اُٹھا کر ایک چادر میں رکھ دیا اور فرمایا کہ اس چادر کو تمام قبائل کے لوگ مل کر اُٹھائیں، پھر مقام مقصود پر پہنچ کر، آپ نے حجر اسود کو اپنے ہاتھ سے اُٹھا کر رکھ دیا سب لوگ اس فیصلہ سے بہت خوش ہوئے اور نزاع مٹ گئی اور ایک بڑی کرامت آپ کے نام رہی۔

۱۲ - نبوت سے پہلے کسبِ معاش میں بھی دو تین مرتبہ آپ کا وقت گرامی کچھ کچھ صرف ہوا - ایک مرتبہ بغرضِ تجارت یمن تشریف لے گئے کچھ دنوں اہلِ مکہ کی بکریاں اُجرت پر چرائیں جو سنتِ قدیمہ انبیاء علیہم السلام کی ہے اور بالکل آخر آخر میں حضرت خدیجہ کے ساتھ مضاربت کا معاملہ کیا اور بغرضِ تجارت شام تشریف لے گئے -

بعثت کا ذکر

جب عمر شریف چالیس برس کی ہوئی تو دوشنبہ کے دن سترہ[۱۷] رمضان کو اور بقولے ۲۴ رمضان اور بقولے ۸ ربیع الاوّل کو جبکہ خسرو پرویز بادشاہ ایران کے جلوس کا بیسواں سال تھا، وہ لازوال دولت آپ کو عنایت ہوئی جو روزِ ازل سے آپ کے لئے نامزد ہو چکی تھی - جس کی دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی اور جس کی بشارت حضرت مسیحؑ نے دی تھی، یعنی حق تعالیٰ نے آپ کو اپنی تمام مخلوق کی طرف رسول بنایا اور نبوت کا انمول تاج آپ کے سرِ مبارک پر رکھ دیا -

یوں تو یہ منصبِ عظیم آپ کے لئے روزِ ازل سے مقرر ہو چکا تھا

صحابہ کرام نے ایک بار پوچھا کہ یہ منصب آپ کو کب ملا تو آپ نے فرمایا کُنتُ نَبِیًّا وَّ آدَمُ بَینَ المَاءِ وَالطِّینِ یعنی میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔ یعنی ان کے جسم مبارک کے لیے خمیر تیار ہو رہا تھا لیکن ظہور اس منصب کا چالیس سال کی عمر میں ہوا۔ صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ علیہ وَ علٰی آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَ بَارَکَ وَ سَلَّمَ۔

ابتدا یوں ہوئی کہ کچھ پہلے سے سچے خواب آپ کو دکھائے جانے لگے جو خواب آپ دیکھتے بہت جلد ہو بہو تعبیر ظہور میں آتی اور یہ ہوا کہ جب آپ کا گذر کسی طرف ہوتا تو آواز آتی السَّلام علیک یا رسول اللہ۔ حضرت اِدھر اُدھر دیکھتے کہ یہ کس نے سلام کیا مگر سوا درختوں اور پتھروں کے کوئی نظر نہ آتا۔ آپ بہت متعجب ہوتے، پھر یہ ہوا کہ آپ کی طبیعت میں خلوت نشینی کا میلان پیدا کر دیا گیا اس قدر کہ مخلوق کی صحبت سے بہت وحشت ہوتی اور آپ کی طبع مبارک سخت گھبراتی، پھر آپ کا یہ معمول ہو گیا کہ حضرت خدیجہ سے کئی کئی دن کا ناشتہ تیار کرا لیتے اور حرا ایک پہاڑ کا نام ہے اُس کے غار میں جا کر رہنے لگے کئی روز باہر نہ آتے ناشتہ ختم ہو جاتا تو واپس تشریف لاتے اور ناشتہ تیار کرا کے پھر چلے جاتے

ایک دن آپ غار میں ایک پتھر سے تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ یہ معلوم ہوا
کہ گویا پیچھے سے کسی نے دھکا دیا، آپ نے پلٹ کر دیکھا تو کوئی نظر نہ
آیا۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام سامنے آئے اور آپ سے
کہا پڑھیئے، آپ نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ حضرت جبرئیلؑ نے
آپ کو آغوش میں لے کر دبایا، پھر چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھیئے، آپ نے
پھر وہی جواب دیا، حضرت جبرئیل نے پھر اسی طرح دبایا اور پھر کہا کہ پڑھیئے
آپ نے پھر وہی جواب دیا۔ تیسری مرتبہ حضرت جبرئیلؑ نے آپ کو بہت
زور سے دبایا (حضرت فرماتے ہیں کہ اس بار مجھے سخت تکلیف ہوئی)
بعد اس کے کہا اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ہ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ
عَلَقٍ ہ اِقْرَأْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ الخ۔ پھر حضرت جبرئیلؑ غائب ہو گئے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے اُٹھے قلبِ مبارک آپ کا ہل رہا
تھا اور وہ آیتیں بے ساختہ زبانِ مبارک پر جاری تھیں۔ حضرت
خدیجہؓ کے پاس تشریف لائے اور یہ عجیب و غریب واقعہ ان سے بیان
کیا اور فرمایا کہ مجھے اپنے متعلق خوف ہے حضرت خدیجہ نے تشفی کی اور
کہا آپ گھبرائیں نہیں، اللہ تعالیٰ آپ جیسے شخص کو ضائع نہ کرے گا۔

اس کے بعد وہ اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں اور اُن سے یہ واقعہ بیان کیا۔ ورقہ اپنی تحقیق سے عیسائی ہو گئے تھے اور اس مذہب کے عالم تھے، انجیل کا ترجمہ عبرانی زبان سے عربی میں کیا کرتے تھے۔ اُنھوں نے کہا میں چاہتا ہوں کہ اُنھیں کی زبان سے اس واقعہ کو سنوں چنانچہ حضرت خدیجہؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کو لے گئیں۔ آپ نے جو کیفیت پیش آئی تھی اُن سے بیان کر دی۔ ورقہ نے کہا آپ خوش ہوں کہ آپ کو خدا نے نبی کیا یہ وہی فرشتہ تھا جو موسیٰ اور عیسیٰ کے پاس آتا تھا۔ آپ کو عنقریب تبلیغ کا حکم ملے گا۔ اور آپ کی قوم کے لوگ آپ کے دشمن ہو جائیں گے اور آپ کو مکّہ سے نکال دیں گے۔ کاش میں اُس وقت تک زندہ رہتا تو آپ کی اچھی طرح مدد کرتا۔" مگر اس کے چند ہی روز بعد نبوت کے چوتھے سال میں ورقہ کی وفات ہو گئی۔ پھر چند روز تک کوئی واقعہ اس قسم کا پیش نہ آیا تو حضرت کے دل کو اضطراب ہوا۔ بے اختیار طبیعت متقاضی تھی کہ اس شخص کو پھر دیکھیں جسے غارِ حرا میں دیکھا تھا اور پھر اس سے ہمکلامی کی لذت حاصل ہو چنانچہ ایک روز آپ نے دیکھا کہ حضرت جبرئیل آسمان و زمین کے درمیان معلّق کھڑے اور اپنے دونوں بازو پھیلائے ہوئے ہیں ایک بازو مشرق میں ہے دوسرا مغرب میں۔

اس کے بعد نزولِ وحی کا سلسلہ شروع ہوا، آپ کو حکم
کہ مخفی طور پر خاص لوگوں کو ہدایت فرمائیے پھر تین برس کے بعد حکم ہو گیا کہ
بالاعلان تبلیغ رسالت کیجیے۔ شرک ظلم کی برائی برملا بیان فرمائیے سا
عالم کو نورِ توحید سے منور کر دیجیے۔ مخلوقِ خدا کو قعرِ ظلمت سے عالم نو
لائیے۔ پس آپ نے کمر ہمت چست باندھ لی اور تبلیغ رسالت علانیہ شروع کر
قسم ہے مالکِ عرش و کرسی کی آپ نے فرائضِ رسالت کو خوب ہی انجام
اور مخلوقِ خدا کی خیر خواہی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ فرمایا۔ ایک عالم کو ایما
یقین کی روشنی سے منور کر دیا۔ خدا پرستی کی راہیں جو بے نشان ہو چکی تھیں ا
قائم کر دیں، اس وقت تمام دنیا میں جو تاریکی چھائی ہوئی تھی اس کے بیا
کے لئے ایک دفتر چاہیئے۔ مختصر یہ ہے کہ تمام روئے زمین پر ابلیس کی حکومت
تھی، کفر و شرک و مظالم کی گرم بازاری تھی۔ آدمیوں میں بہیمیت کے سوا کچھ
باقی نہ رہا، عیسائی، یہودی، مجوسی، مشرک سب ایک حالت پر تھے عرب و عجم سب
کی ایک کیفیت تھی، فواحش و معاصی کو کوئی عیب نہ سمجھتا تھا، چوری و رہزنی ک
لوگوں نے پیشہ بنا لیا تھا، لڑکیوں کا قتل کر دینا ایک معمولی سی بات تھی۔ اس
ہادیٔ برحق نے دنیا کی یکایک کایا پلٹ دی اور بجائے کفر و شرک کے ایمان

کی روشنی نے بہت جلد جگمگا دیا، تھوڑے ہی دنوں میں آپ کی تعلیم نے خدا پرستوں کی ایک بڑی جماعت تیار کردی جس کی مثال پیش کرنے سے تاریخ عالم قاصر ہے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم

نبوت کے بعد تیرہ برس مکہ میں آپ کا قیام رہا پھر ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لے گئے دس برس وہاں قیام ہوا کل تئیس سال میں آپ نے اپنا کام پورا کر دیا۔

واقعات قبل ہجرت

۱۔ جب تک آپکو اعلان کا حکم نہ ملا تھا آپ خاص خاص لوگوں کو خاص طور پر تفہیم و تلقین فرماتے تھے چند ازلی سعادتمند دولتِ اسلام سے مشرف ہوئے جنھیں قرآن شریف میں السابقون الاولون کے لقب سے یاد فرمایا گیا ہے ان میں سے جو حضرات سب سے پہلے آپ پر ایمان لائے اُن کے اسمائے مبارک یہ ہیں حضرت ابوبکر صدیق رض۔ حضرت خدیجہ رض۔ حضرت زید بن حارثہ۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ حضرت ابوبکر صدیق رض نے مسلمان ہوتے ہی ادائے فرضِ رسالت میں آپ کا ہاتھ بٹانا شروع کر دیا۔ چنانچہ اُن کے وعظ و تلقین سے اکابر صحابہ مثل حضرت عثمان رض و حضرت طلحہ رض و حضرت زبیر رض و حضرت سعد بن وقاص رض و حضرت

عبد الرحمٰن بن عوفؓ ایمان لائے۔

۲۔ جب تک اظہار و اعلان کا حکم نہ تھا مسلمان چھپ چھپ کر خدا کی عبادت کرتے تھے یہاں تک کہ جب کسی کو نماز پڑھنا ہوتی تو کسی جنگل یا پہاڑ کی طرف چلا جاتا اور وہیں پڑھ آتا۔ ایکمرتبہ کچھ کافروں نے حضرت سعد کو معہ اور چند مسلمانوں کے ایک پہاڑ کے درّہ میں نماز پڑھتے دیکھ لیا ادھر آمنت کی حضرت سعدؓ نے ان میں سے ایک شخص کے سر میں ایک ضرب لگائی جس سے خون بہنے لگا۔ یہ پہلا خون ہے جو اسلام میں بہایا گیا تھا۔

مسلمانوں پر مظالم

۳۔ جب کفار نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت یوماً فیوماً ترقی کر رہی ہے حتیٰ کہ علاوہ اشراف کے کافروں کے کئی غلام بھی اسلام قبول کر چکے ہیں اور ان کے دلوں میں آپ کی محبت و تعلیم ایسی سرایت کر گئی ہے کہ ماسوا کی گنجائش نہیں رہی تو تمام تر ظلم پر کمربستہ ہو گیا اور آپ اور آپکے اصحاب پر مظالم ہونے لگے۔ اور آنحضرت نے خود فرمایا کہ جیسے مصائب مجھ پر گذرے ہیں کسی نبی پر نہیں گذرے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو پتھر مارے گئے، ایک مرتبہ ایک پتھر جبینِ مبارک پر ایسا لگا کہ خون کا فوارہ چلنے لگا حتیٰکہ آگیا حضرت پر نجاست پھینکی گئی۔ ایک مرتبہ آپ سجدے میں تھے ایک اونٹنی کی اوجھڑی اور آلائش وغیرہ سرِ اقدس پر رکھ دی گئی

حضرت کی دو صاحبزادیوں رقیہؓ اور اُمّ کلثومؓ کو جو عتبہ اور عتیبہ پسرانِ ابولہب کے نکاح میں تھیں، ستایا گیا اور اُن بے زبان بنی زادیوں پر بڑے بڑے ظلم کئے گئے، آخر ان کو طلاق دی گئی۔ اُس صادق و مصدوق صلے اللہ علیہ وسلم کو کاذب کہا گیا، ساحر و شاعر کا لقب دیا گیا، آپ مجنوں کہہ کر پکارے گئے۔ غرض روحانی و جسمانی ہر قسم کے صدمے دیئے گئے۔ صحابہ کرامؓ میں جو لوگ کمزور تھے ان پر ظلم کے پہاڑ توڑے گئے، کسی کو گرم ریت پر لٹایا جاتا، کسی کا جسم گرم پتھروں سے داغا جاتا تھا۔ حضرت بلالؓ اور حضرت خبابؓ اور حضرت عمارؓ اور اُن کے والد یاسرؓ بھی ہو گئے اور ان تکالیف کو برداشت نہ کر سکے۔ حضرت سمیہؓ کی شرمگاہ میں نیزہ مارا گیا اور اس ناپاک ظلم سے وہ شہید ہو گئیں، یہ اسلام کی پہلی شہیدہ ہیں یہ واقعہ ۵ سنہ نبوت کا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایسے چند غلاموں کو جن پر محض اسلام کی وجہ سے ظلم ہو رہا تھا، اپنے مال سے خرید کر آزاد کر دیا جن میں سے حضرت بلالؓ کا قصہ[1] مشہور ہے۔

۴۔ جب مسلمانوں پر مظالم کی حد نہ رہی تو ایک جماعت نے بہ اشارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ملکِ حبش کی طرف ہجرت کی۔ حبش میں ایک عیسائی بادشاہ کی حکومت تھی۔ ف مسلمانوں نے مکہ سے حبش کی طرف دو مرتبہ ہجرت کی

[1] اس زمانہ میں مشرک اور مومن میں مناکحت جاری تھی ۱۲

پہلی ہجرت رجب ۵ نبوت میں ہوئی، اس ہجرت میں گیارہ مرد تھے اور چار
عورتیں تھیں، حضرت عثمان رضؓ بھی معہ اپنی زوجہ محترمہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے انھیں لوگوں میں تھے، یہ لوگ حبش پہونچ گئے تو چند ماہ کے بعد ان کو خبر
ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور مشرکین مکہ سے صلح ہوگئی اور مکہ میں اب
بالکل امن ہے، یہ خبر سن کر وہ لوگ شوال ۵ نبوت میں پھر مکہ واپس آئے یہاں
پہونچکر معلوم ہوا کہ وہ خبر غلط تھی لہذا حبش کی طرف دوبارہ ہجرت ہوئی۔ اس
دوسری ہجرت میں قریب اسی آدمیوں کے تھے، پہلی ہجرت کے کچھ لوگ اب کی مرتبہ
نہیں گئے جس میں حضرت عثمان رضؓ بھی تھے۔ اس مرتبہ جو لوگ گئے تھے وہ ملک حبش سے
اُس وقت واپس آئے جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خیبر میں مشغول تھے
یہ لوگ بعد فتح خیبر کے حضور نبوی میں پہنچے حضرت نے غنیمت خیبر میں انکو بھی حصہ دیا۔
۵ - جب دوسری مرتبہ ہجرت کر کے مسلمان گئے تو سرداران مکہ نے باہم مشورہ
کر کے کچھ تحفے بادشاہ حبش کے لئے بھیجے، مقصد یہ تھا کہ بادشاہ کو کسی طرح اس پر
راضی کرلیں کہ جو مسلمان اسکی سلطنت میں آکر پناہ گزین ہوئے ہیں اُن کو ہمارے
حوالے کردے۔ مگر نجاشی (بادشاہ حبش) ایک سعید ازلی شخص تھے۔ جب کا فروں نے
اُن سے یہ گفتگو کی تو انہوں نے مسلمانوں کو بلا کر واقعہ کی تحقیق کی۔ حضرت جعفر رضی اللہ

عنہ نے کہا کہ اے بادشاہ ہم نے کسی کی جو نہ اس کی کسی کو قتل نہیں کیا کسی کے بھاگے ہوئے غلام نہیں ہیں، بات یہ ہے کہ ہم بھی انھیں کے ہم مذہب تھے، پتھروں کو پوجتے تھے، ننگے ہو کر کعبہ کا طواف کرتے تھے، اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے اور اسی طرح کے بہت سے کام بیرحمی اور بے شرمی کے انہوں نے بیان کئے اور کہا کہ پھر خدا نے اپنا رسول ہماری طرف بھیجا جو ہمیں اچھی باتوں کا حکم دیتا ہے اور بری باتوں سے روکتا ہے اس پر خدا کا کلام اُترتا ہے۔ یہ کہہ کر انہوں نے سورۂ کھٰیٰعص ذِکْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا۔ سنائی، اس سورۃ کے پڑھتے ہی تمام دربار زیر و زبر ہو گیا۔ بادشاہ اور مسیحی علماء جو دربار میں تھے رونے لگے۔ پھر بادشاہ نے بڑے اشتیاق سے رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات پوچھے اور مسلمان ہو گئے۔ رَضِيَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عنہ) اور مسلمانوں سے کہا کہ آپ لوگ بے خوف و خطر بڑے آرام سے میرے ملک میں رہئے۔

۶۔ جب کافروں نے دیکھا کہ ہمارے مظالم کا کچھ نتیجہ نہ نکلا اور مسلمان حبش میں بڑی آزادی سے اپنے مذہب کے فرائض ادا کر رہے ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سرگرمی تبلیغ رسالت میں اسی شان پر ہے، کوئی شدید سے شدید ظلم اس مامور من اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ میں ذرہ برابر جنبش نہیں پیدا کرتا۔ بظاہر

نہ کوئی یار ہے نہ مددگار نہ فوج ہے نہ لشکر اور جو کلام آپ کی زبان پر جاری
ہے وہ اس جلال و جبروت کا ہے کہ بادشاہِ ہفت اقلیم بھی ایسی بات منھ سے
نکالکر امن چین سے نہیں بیٹھ سکتا تو سب کافروں نے بالاتفاق آپ کے
قتل کی رائے مضبوط کرلی مگر چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب
کافروں کے سردار تھے اور آپ کے حامی و جان نثار، لہٰذا جب اُن سے یہ تذکرہ
آیا تو وہ کسی طرح راضی نہ ہوئے بلکہ تمام بنی ہاشم کو (جن میں کافر مسلمان سب
شامل تھے) انہوں نے اس بات پر مستعد کر دیا کہ اہلِ مکہ کے مقابلہ میں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کریں۔ یہ حال دیکھ کر کافروں نے
یہ معاہدہ کیا کہ کوئی شخص بنی ہاشم کے ساتھ خرید و فروخت نشست و برخاست
مناکحت مجالست نہ کرے یہ معاہدہ اُن کے دستور کے مطابق کعبہ میں آویزاں
کر دیا گیا۔ حضرت ابو طالب معہ تمام بنی ہاشم کے مکہ سے چلے گئے اور
مشرقی جانب پہاڑی چٹانوں سے گھرا ہوا ایک مقام تھا وہاں سکونت اختیار کی
اس مقام کا نام شعب ابی طالب ہے۔ یہ واقعہ ۷ سنہ نبوت کا ہے شعب ابی طالب
میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کچھ کم تین برس رہے، یہ وقت بہت سختی اور تکلیف کا
تھا۔ بالآخر انھیں سنگدل کافروں میں سے کچھ لوگ اپنا معاہدہ توڑنے پر آمادہ ہوئے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اطلاع ہوئی کہ معاہدہ کو دیمک نے کھا لیا صرف اللہ کا نام باقی ہے اور بس آپ نے ابوطالب سے یہ واقعہ بیان کیا، انہوں نے جا کر کفارِ مکہ سے کہا اس پر وہ معاہدہ ٹوٹ گیا اور سنہ ۱۰ نبوت میں حضرت معہ تمام بنی ہاشم کے شعبِ ابی طالب سے باہر آئے۔

ابوطالب اور حضرت خدیجہ کی وفات

۷۔ شعبِ ابی طالب سے نکلنے کے آٹھ مہینے اکیس روز بعد حضرت ابوطالب کی وفات ہوگئی اور اس کے تین دن بعد حضرت خدیجہ رضؓ نے بھی جنت الفردوس کی راہ لی، اب حضرت بالکل تنہا رہ گئے۔ تھوڑی بہت تقویت جو ابوطالب سے تھی وہ بھی جاتی رہی اور حضرت خدیجہ رضؓ سے جو انس و غمخواری ظہور میں آتی تھی وہ بھی منقطع ہوگئی۔

سفر طائف

۸۔ اسی سنہ ۱۰ نبوت میں بعد وفات ابوطالب و حضرت خدیجہ رضؓ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہر طائف اور قبیلۂ ثقیف کی طرف تشریف لے گئے تاکہ ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں مگر ان لوگوں نے آپ کے ساتھ نہایت ظالمانہ برتاؤ کیا اور مہمان نوازی یہ کی کہ اپنے غلاموں اور احمقوں کو لگا دیا کہ وہ بدبخت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے اور پتھر مارنے لگے۔ یہاں تک کہ دونوں پائے مبارک خون آلودہ ہوگئے۔ اسی حالت میں آپ وہاں سے واپس ہوئے، اثنائے راہ میں ایک باغ ملا حضرت ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ گئے۔ مالک باغ نے مسافر غریب الوطن سمجھ کر ایک طبق میں کچھ انگور اپنے

غلام کے ہاتھ آپکو بھیجے آپ نے اس غلام کو تلقین اسلام فرمائی وہ مسلمان ہو گئے نام اُن کا عداس تھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ نیز اثنائے راہ میں بمقام نخلہ (جو مکہ سے ایک دن کی راہ ہے) کچھ دیر آپ ٹھہرے وہاں سات جن مقام نصیبین کے رہنے والے آئے اور قرآن سن کر آپ پر ایمان لائے۔ یہ واقعہ سورۂ جن میں مذکور ہے

۹۔ سلہ نبوت میں حق تعالیٰ نے انصار کو اسلام کی طرف متوجہ کیا، اس کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم موسمِ حج میں اطراف و جوانب کے قبائل کے پاس (جو بغرض حج آتے تھے) تشریف لے جاتے اور ان سے فرماتے تھے کہ قریش مجھے بہت ستاتے ہیں اور تبلیغِ احکامِ الٰہی میں مزاحمت کرتے ہیں، تم لوگ میری مدد کرو، اور مجھے اپنے یہاں لے چلو مگر کوئی آپ کی بات نہ سنتا تھا، اسی سلسلہ میں آپ کا گذر ایک مرتبہ اس مقام پر ہوا جہاں مدینہ منورہ کے لوگ ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضرت نے اسی طرح اُن سے بھی فرمادیا۔ وہ لوگ یہودیانِ مدینہ سے نبی اُمی صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ سن چکے تھے اور اُن کو حضرت کے ظہور کا علم تھا۔ اس سبب سے وہ لوگ فوراً متوجہ ہو گئے اور اُن میں سے چھ آدمی اُسی وقت ایمان لائے اور آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ (یہ بیعت مقامِ عقبہ میں ہوئی تھی۔ اسلئے اس کو بیعتِ عقبہ اولیٰ کہتے ہیں۔ ان لوگوں نے مدینہ منورہ پہنچکر حضرت کا

ذکرِ خیر ہر ایک سے کرنا شروع کر دیا کوئی گھر مدینہ کا ایسا نہ تھا جسمیں رسول خدا صلی
اللہ علیہ وسلم کا چرچا نہ ہو یہاں تک کہ سال آئندہ بارہ شخص حضرت سے ملے۔ اُن میں
چھ وہ جو سال گذشتہ میں اسلام لا چکے تھے اور سات اور۔ یہ بیعت عقبہ ثانیہ
کے نام سے مشہور ہے، ان لوگوں سے مدینہ منورہ میں اسلام کا خوب چرچا ہوا
رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عُمیر کو تعلیم قرآن کے لئے
مدینہ منورہ بھیج دیا، پھر سال آئندہ میں ستر آدمی مدینہ منورہ سے آکر مشرف
بہ اسلام ہوئے یہ بیعت عقبہ ثالثہ کہلاتی ہے ۔ اب مدینہ منورہ میں اسلام
کی اشاعت خوب ہونے لگی اور ایک بڑی جماعت خدا پرستوں کی وہاں قایم ہو گئی
انھیں لوگوں کو قرآن شریف میں انصار کا لقب دیا گیا ہے، ان حضرات نے
رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے باصرار تمام التجا کی کہ آپ مدینہ منورہ چلیں اور
مکہ کو چھوڑ دیں۔ حضرت نے اُن کی درخواست منظور فرمائی مگر تعیینِ وقت کو خدا
کے حکم پر حوالہ کیا۔

الانصار

۱۰۔ ۱۲ سنہ نبوت میں رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی جو آپ کے
فضائلِ مختصہ میں سے ہے اس وقت عمرِ مبارک اکاون ۵۱ برس زیادہ کی تھی۔ حضرت
جبرئیل براق لے کر خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت کو اس پر سوار کرکے پہلے بیت المقدس

معراج النبی

لے گئے، پھر وہاں سے آسمانوں پر لے گئے وہاں کے عجائبُ غرائب ملاحظہ فرمائے
حق سبحانہ کے دیدار سے مشرف ہُوئے، جنت دیکھی، دوزخ دیکھی، انبیاء علیہم السلام سے
ملاقات کی وہیں پنجوقتی نماز کی فرضیت کا حکم مِلا، یہ معراج جسمانی تھی، تاریخ میں
اختلاف ہے بعض نے ۲۷ ربیع الاوّل لکھی ہے بعض نے ۲۷ ربیع الآخر، بعض نے
۲۷ رجب اور یہی زیادہ مشہور ہے، اس کے علاوہ رُوحانی معراج ۳۳ بار ہوئی جیسا کہ
امام شعرانی نے لکھا ہے۔

۱۱۔ جب انصار سے بیعتِ عقبہ ہو چکی اور وہ لوگ ہر طرح سے نصرتُ معاونت
پر کمر بستہ ہو گئے تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اُن اصحاب سے جو مکہ میں تھے
حکم دیا کہ آہستہ آہستہ ایک ایک کر کے مدینہ کی طرف روانہ ہوں چنانچہ یہ سب لوگ
مخفی طور پر چلے گئے مگر حضرت عمر فاروقِ اعظم رض دلیرانہ یہ کہہ کر وہاں سے چلے کہ میں
اس وقت ہجرت کرتا ہوں یہ نہ کہنا کہ چھپ کر بھاگ گیا ہوں۔ تم میں سے جس کو اپنے
بچّوں کو یتیم کرنا، اور اپنی عورتوں کو بیوہ کرنا منظور ہو وہ حرم سے باہر آ کر مجھے روک لے
مگر کسی نے چوں نہ کی، اب مکہ میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر
صدیق رض اور علی مرتضیٰ اور چند کمزور لوگوں کے سِوا کوئی باقی نہ رہا۔
شبِ جمعہ کو خود رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے یارِ غار حضرت ابو بکر

صدیق رضؓ کو ساتھ لے کر مکہ سے روانہ ہوئے تین دن غارِ ثور میں اقامت فرمائی، وہاں سے روانہ ہو کے ۱۲ ربیع الاول بروز دوشنبہ مدینہ منورہ پہونچ گئے اس سفر میں حضرت صدیق رضؓ نے جیسی بےنظیر رفاقت کی اور مدینہ میں انصار نے جس شان سے آپ کا استقبال کیا اور جس بےمثل جوشِ محبت کا اس موقعہ پر ظہور ہوا اس کی کیفیت اس مختصر بیان میں نہیں آسکتی۔ خلاصہ یہ کہ جس روز حضرت مدینہ منورہ میں داخل ہوئے عجب عید اور بہار کا دن تھا، تمام مدینہ میں ایک شور تھا۔ بچے گلی کوچوں میں خوشی خوشی یہ کہتے پھرتے تھے "جَاءَ نَبِیُّ اللّٰہِ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ"[1] انصاری خواتین نے یہ اشعار اسی وقت موزوں کئے تھے

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا ۔ مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاعِ ۔ وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا[2]
مَا دَعَا لِلّٰہِ دَاعٍ ۔ اَیُّهَا الْمَبْعُوْثُ فِیْنَا ۔ جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ

اب وہ زمانہ آگیا کہ اسلام کی قوت و شوکت روز افزوں ترقی کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ تمام پیشین گوئیاں (جو ابتدائے بعثت میں فرمائی تھیں) پوری ہوں (جن میں آپ نے کسریٰ و قیصر کے ممالک مفتوح ہونے اور مسلمانوں کے

---

[1] یعنی نبی اللہ تشریف لائے رسول اللہ تشریف لائے ۱۲ [2] یعنی ماہ کامل ہم پر طلوع کیا ہے مقامِ ثنیات الوداع سے۔ اس نعمت کا شکر ہم پر واجب ہے جب تک کوئی دعا کرنے والا اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے (یعنی تا قیامت) اے وہ نبی جو ہم میں بھیجا گیا ہے تو ایک فرمان واجب الاطاعۃ لایا ہے ۱۲

ہاتھ میں عرب وعجم کی بادشاہت آنے کے متعلق خبر دی تھی۔

واقعات بعد ہجرت

سنہ ۱ھ میں مدینہ آنے سے ایک مہینہ بعد نماز (ظہر، عصر، عشاء) میں چار رکعتیں کردی گئیں، اس سے پہلے (ان میں بھی) دو ہی رکعتیں تھیں، اسی سنہ میں رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے نمازِ جمعہ پڑھی جب آپ قبا سے مدینہ چلے تو آپ نے اثنائے راہ میں قبیلہ بنی سالم کے یہاں جمعہ پڑھا اور یہ پہلا جمعہ تھا جو پڑھا گیا۔ اور آپ نے اسوقت خطبہ بھی پڑھا اور یہ اسلام میں پہلا خطبہ تھا اور اسی سنہ میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مسجدِ مقدس بنائی اور اپنی ازواج کے مکان تعمیر فرمائے اور مسجد قبا کی تعمیر کی۔

سنہ ۲ھ رمضان میں غزوۂ بدرِ عظمیٰ ہوا اور اسی سنہ میں بماہِ شعبان، رمضان کے روزے فرض کئے گئے اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فطرے کا حکم دیا اور اسی سنہ میں شعبان ہی میں قبلہ بدلا گیا بجائے بیت المقدس کے کعبہ۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ (تحویلِ قبلہ) رجب میں ہوئی اور اسی سنہ میں عید سے دو دن پہلے صدقۂ فطر واجب کیا گیا اور اسی سنہ میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں قربانی کی اور

لوگوں کو لیکر عید کی نماز پڑھنے گئے اور دو بکریاں اپنے ہاتھ سے ذبح فرمائیں
اور بعض کا قول ہے کہ ایک بکری۔

سنہ ۳ھ میں شوال میں غزوۂ احد ہوا۔ اور اسی سنہ میں یا بعض کا
قول ہے کہ سنہ ۴ھ میں بماہِ ربیع الاوّل شراب حرام کی گئی۔

سنہ ۴ھ میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ ذات الرقاع میں
نمازِ خوف پڑھی بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اسی سنہ میں مسافر کے لئے نمازِ قصر کا
حکم دیا گیا اور اسی سنہ میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی اور یہودیہ
کو سنگسار کیا۔ اس کا قصہ مشہور ہے اور اسی سنہ میں تیمم کی آیت نازل ہوئی۔

سنہ ۵ھ میں ذی قعدہ میں پردہ کی آیت نازل ہوئی اور اسی سنہ میں مدینہ
میں زلزلہ آیا تو حضرت نے فرمایا کہ اللہ عز وجل تم کو متنبہ کرتا ہے پس تم متنبہ ہو جاؤ
اور اسی سنہ میں غزوہ خندق ہوا۔

سنہ ۶ھ میں غزوۂ بنی المصطلق میں افک والوں نے افترا پردازی کی
اور اسی سنہ میں منافقوں کے سردار عبد اللہ بن ابی سلول نے کہا تھا کہ لئن
رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منھا الاذل اور اسی سنہ میں سورج گہن پڑا
تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ کسوف پڑھی اور یہی پہلی نمازِ کسوف ہے جو پڑھی گئی۔

اور اسی سنہ میں بماہِ ذی قعدہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کا عمرہ کیا اور درخت کے نیچے بیعت الرضوان لی اور اسی سنہ میں جب لوگوں پر قحط پڑا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی برسنے کی دعا کی چنانچہ پانی برسنے لگا اور لگاتار برسا۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہؐ پانی کی کثرت سے راستے بند ہو گئے اور مکانات گر گئے تو آپ نے فرمایا اللّٰھمّ حوالینا ولا علینا چنانچہ ابر مدینہ سے ہٹ گیا۔ اسی سنہ میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹوں کے درمیان مسابقت کرائی تو ایک عرب کا اونٹ حضرت کی اونٹنی (عضباء) سے سبقت لے گیا۔ اس سے پہلے کبھی کوئی اونٹ اس سے سبقت نہ لے گیا تھا۔ یہ بات مسلمانوں پر بہت شاق ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ پر حق ہے کہ دنیا میں جس چیز کو بلند کرے اس کو پست بھی کرے"۔ اور اسی سنہ میں آپ نے گھوڑدوڑ کرائی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ایک گھوڑا سبقت لے گیا اور انھوں نے انعام لے لیا۔ یہ پہلی گھوڑدوڑ تھی جو اسلام میں ہوئی۔

سنہ ۷ھ میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ حدیبیہ کی قضا کا عمرہ کیا، کیونکہ حدیبیہ والے سال میں مشرکین نے آپ کو عمرہ سے روک دیا تھا۔ اس عمرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور تمام مسلمانوں نے اضطباع[۱]

---

[۱] اضطباع چادر کو اس طرح اوڑھنا کہ اس کا ایک سر داہنے شانہ سے اتار کر داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں شانے پر ڈال لے۔

اور رمل[ف۱] کیا۔ اور یہ سب سے پہلا اضطباع اور رمل تھا جو اسلام میں ہوا
اسی سنہ میں جنگ خیبر ہوئی اور اسی سنہ میں ایک یہودی عورت نے
(جس کا نام زینب تھا) وہ سلام بن مشکم کی بی بی تھی۔ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کو زہر دیا تھا۔ ایک بکری کے گوشت میں زہر ملا کے ہدیۃً آپ کے
پاس بھیجا تھا اور آپ نے اُسے کھا لیا تھا۔ اسی سنہ میں رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنے لئے مہر بنوائی اور جو خطوط بادشاہوں کو بھیجے اُن پر وہ مُہر کی
اور اسی سنہ میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے گدھے کے گوشت کو
حرام فرمایا اور اسی سنہ میں خیبر کے دن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے عورتوں سے متعہ[ف۲] کرنے کو بھی حرام کر دیا۔

سنہ ۸ھ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ممبر بنایا گیا اور اس پر آپ
نے خطبہ پڑھا اس سے پہلے آپ ایک ستون سے تکیہ لگا کے خطبہ پڑھا کرتے
تھے۔ جب آپ اُسے چھوڑ کے منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو وہ ستون رونے
لگا یہاں تک کہ لوگوں نے اس کے رونے کی آواز سنی پس آپ منبر سے

ف۱ شانہ ہلا ہلا کر کچھ تیزی کے ساتھ قریب قریب قدم رکھ کر چلنا ۱۲ ف۲ تحقیق یہ ہے کہ متعہ کبھی اسلام میں حلال نہیں تھا قرآن شریف کی مکی و مدنی دونوں قسم کی آیتیں متعہ کے حرام ہونے کو ظاہر کر رہی ہیں۔ بعض غزوات میں بحالت اضطرار متعہ کی اجازت دی گئی ہے جیسے مخمصہ کی حالت میں سؤر کے گوشت کی اجازت ہے جب اضطرار کی حالت جاتی رہے تو اس کی حرمت کا اعلان کر دیا گیا۔ خیبر میں اسی حرمت کا اعلان ہوا ہے۔ جس سے بعض لوگوں کو دھوکا ہوا کہ متعہ اس سے پہلے حلال تھا ۱۲

اُتر کے اس کے پاس گئے اور اپنا دستِ مبارک رکھ دیا وہ خاموش ہو گیا

یہ پہلا منبر تھا جو اسلام میں بنایا گیا۔ اسی سنہ میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ

وسلم نے مکہ فتح کیا اور طائف کا محاصرہ کیا اور اس پر منجنیق[1] نصب کیا اور

یہ پہلا منجنیق تھا جو اسلام میں نصب کیا گیا۔

سنہ ۹ھ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج سے ایلا کیا

یعنی قسم کھائی کہ ایک مہینہ تک اُن کے پاس نہ جائیں گے، یہ قصہ مشہور ہے

پھر ازواجِ مطہرات کی شان پر آیت تطہیر نازل ہوئی۔ اسی سنہ میں رسولِ

خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجدِ ضرار کو گروا دیا، یہ مسجد مدینہ میں منافقین نے

بنوائی تھی، اس کا ہدم رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے تبوک سے واپس آنے کے بعد

ہوا اور اسی سنہ میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہر طرف سے وفود[2] آئے

اسی وجہ سے اس سنہ کا نام سنۃ الوفود رکھا گیا اور اسی سن میں شعبان میں رسولِ خدا

صلی اللہ علیہ وسلم نے عویمر عجلانی اور انکی بی بی کے درمیان بعد نمازِ عصر کے لعان[3] کرایا

---

[1] منجنیق فلاخن بزرگ (صراح) ایک سی ہوتی ہے اس کے سرے پر کچھ باندھ کر اسمیں پتھر وغیرہ رکھ کر کاشتکار لوگ چڑیوں وغیرہ سے کھیت کی حفاظت کرتے ہیں جس کو ہمارے یہاں گوپھن کہتے ہیں۔ اسی وضع کا زمانہ قدیم میں لڑائی کا ایک اوزار تھا جو قریب قریب توپ کا کام دیتا تھا بڑے بڑے پتھر اس سے پھینکے جاتے تھے ۱۲

[2] جمع ہے وفد کی، وفد کے معنی قاصد۔ یہ لوگ اپنی اپنی قوم کی طرف سے ان کے اسلام کی خبر دینے اور ضروریاتِ دین کا علم حاصل کرنے آئے تھے۔ ۱۲

[3] جب مرد اپنی عورت کو تہمت لگائے اور کوئی گواہ نہ ہو تو حکم یہ ہے کہ ان دونوں سے خاص طریقہ پر قسم لے کر تفریق کرا دی جائے یہی لعان ہے ۱۲

وجہ یہ تھی کہ عویمر جب تبوک سے واپس آئے تو انہوں نے اپنی بی بی کو حاملہ پایا اور اسی سنہ میں شوال میں عبداللہ بن ابی بن سلول منافق مرگیا اور حضرت نے اسکے جنازہ کی نماز پڑھی اسکے بعد کسی منافق کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی کیونکہ اسکے بعد ہی اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمادی ولا تصل علی احد منھم مات ابداً اور اسی سنہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رض صدیق کو امیر حج بنایا، انہوں نے لوگوں کے ہمراہ حج کیا حضرت علی مرتضی کو حکم دیا کہ سورہ برآۃ مشرکوں کو سنا دیں اور ان کا عہد انھیں واپس کردیں اور یہ اعلان کردیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی برہنہ ہوکے کعبہ کا طواف نہ کرے اور یہ آخری حج تھا جو مشرکوں نے کیا۔ سنہ ۱۰ھ میں آیۃ لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم والذین لم یبلغوا الحلم منکم ثلث مرات[1] نازل ہوئی، اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے وہ لوگ البہانہ کرتے تھے۔ اسی سنہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کیا اور بعض کا قول[2] ہے کہ آپ نے اسی حج کے ساتھ عمرہ بھی کیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد اس کے سوا کوئی حج نہیں کیا۔

---

[1] ترجمہ۔ چاہیے کہ تمہارے لونڈی غلام اور تمہارے وہ بچے جو بالغ نہیں ہوئے ہوں تو تمہارے پاس آنے کے لئے تین وقتوں میں تم سے اجازت طلب کریں اور جب تم اجازت دیدو تو آویں) ۱۲ [2] علماء نے اختلاف کیا ہے کہ آپنے صرف حج کیا تھا یا قران یا تمتع (علم الفقہ جلد ۵) ۱۲

سنہ ۱۱ھ کی بارہویں ربیع الاول کو دوشنبہ کے دن بوقت چاشت ۱۴ روز بیمار رہ کر حضرت سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم مسلمانوں کے دلوں پر یتیمی کا داغ رکھا، یعنی اس عالم سے رحلت فرمائی اور رفیقِ اعلیٰ اجل مجدہ کے جوارِ عزت میں سکونت اختیار کی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مرض کی ابتدا ۲۸ صفر سے ہوئی پہلے سرِ اقدس میں درد محسوس ہوا پھر بخار نے شدت کی، پانی کا پیالہ آپ نے اپنے پاس رکھوالیا تھا اس میں ہاتھ ڈبو ڈبو کر چہرۂ مبارک پر پھیرتے اور فرماتے تھے "اے اللہ موت کی سختیوں میں میری مدد کر"۔ آخری کلمہ جو آپ کی زبانِ مبارک سے نکلا یہ تھا اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی یعنی اے اللہ مجھ کو رفیقِ اعلیٰ سے ملا دے۔ رفیقِ اعلیٰ سے مراد ذاتِ حق سبحانہٗ یا جماعتِ انبیا و ملائکہ ہے۔

آپ کی وفات کے وقت صحابۂ کرام کی جو حالت ہوئی قابلِ بیان نہیں بعض تو شدتِ غم میں مختل الحواس ہو گئے، بعض کو چپ لگ گئی، اس قیامت خیز حادثہ کے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت عباس رضؓ سے زیادہ ثابت قدم کوئی نہ تھا، پھر آپ کو غسل دیا گیا، کفن پہنایا گیا۔ کفن میں تین کپڑے تھے عمامہ نہ تھا اور جس مقام پر آپ نے وفات پائی

تھی - وہیں آپ کی قبر شریف بنائی گئی - وفات آپ کی حضرت عائشہ صدیقہ رض کے حجرے میں ہوئی اور قبر شریف آپ کی بغلی بنائی گئی - نماز آپ کی بجماعت نہیں ہوئی تنہا تنہا سب نے پڑھی جس کی وجہ یہ ہوئی کہ جنازہ مبارک حجرہ سے باہر نہیں لایا گیا ورنہ کہرام برپا ہو جاتا - اور حجرے کے اندر جماعت کی گنجائش نہ تھی -

معجزات کا بیان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مثل انبیائے سابقین کے اپنی قوم کو معجزات دکھائے اور چونکہ آپ اشرف الانبیاء تھے، اس لئے آپ کے معجزات بھی سب سے اشرف و اعلیٰ رہے -

ابتدائے بعثت سے وفات تک جو عظیم الشان معجزات آپ نے دکھائے ہیں وہ سب نہیں صرف اسی قدر جو روایت کئے گئے، وہ بھی سب نہیں بلکہ صرف وہ جن کی صحت اعلیٰ رتبہ میں پہونچ گئی ہے، اگر ایک جگہ جمع کر دیئے جائیں تو ایک دفتر تیار ہو جائے - شق القمر[1]

[1] یہ معجزہ روایات صحیحہ سے ثابت ہے - صحیحین میں بطرق متعددہ مروی ہے (بقیہ صفحہ ۷۰ پر)

استنِ حنّانہ - برکتِ طعام - برکتِ وفورِ آب

(بقیہ صفحہ ۶۹) علامہ سبکی نے شرح مختصر ابن حاجب میں اس کی روایت کو متواتر کہا ہے قرآن شریف کی اس آیت میں اسی کی طرف اشارہ ہے اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ترجمہ -
قریب آگئی قیامت اور پھٹ گیا چاند، یہ کافر جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں جادو ہے، جاری رہنے والا

اسکی کیفیت یہ ہے کہ قبل ہجرت مکہ میں ابوجہل ولید بن مغیرہ عاص بن وائل عتبہ کا فرانِ قریش نے حضرت سے کہا کہ آپ اگر سچے ہیں تو چاند کے دو ٹکڑے کر دیجئے، آپ نے دعا کی اور انگشتِ مبارک سے چاند کی جانب اشارہ کیا چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے آپؐ نے کافروں سے نام بنام پکار کے فرمایا کہ گواہ رہنا سب نے اچھی طرح دیکھ لیا کہ دونوں ٹکڑوں میں اسقدر فصل ہو گیا کہ کوہِ حرا دونوں کے درمیان نظر آتا ہے، دوسرے شہروں میں بھی لوگوں نے یہ معجزہ دیکھا نافہم ملحدوں نے جو اعتراضات کئے ہیں اُن کے شافی جواب علمائے اسلام دے چکے ہیں۔ مولانا شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی کا ایک مستقل رسالہ اسی معجزہ کے متعلق ہے ۱۲

ص۲ یہ معجزہ بھی ایک جم غفیر کی روایت سے منقول ہے خود صحیح بخاری میں اسکی متعدد روایتیں ہیں علامہ سبکی اور قاضی عیاض نے اس کو متواتر لکھا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ پہلے مسجد شریف میں منبر نہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھتے وقت مسجد کے ایک ستون سے تکیہ لگا لیتے تھے جب منبر بنا تو حضرتؐ نے اس پر کھڑے ہو کے خطبہ پڑھنا شروع کیا۔ پس وہ ستون چلا اٹھا اور ایسے زور شور سے رویا کہ قریب تھا کہ پھٹ جائے، تمام حاضرین مسجد نے اس کے رونے کی آواز سنی۔ یہ کیفیت دیکھ کر حضرتؐ نے منبر سے اُتر کر اس کو سینہ سے لگایا تو وہ اس طرح ہچکیاں لے کے رونے لگا جیسے کوئی بچہ جو رو رہا ہو اور چُپ کیا جائے۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کا رونا موقوف ہوا ۱۲

ص۳ برکتِ طعام کا معجزہ حضور سے کئی بار ظاہر ہوا چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے ایک قدح دودھ میں تمام اصحابِ صُفّہ کا سیر ہونا مروی ہے اور صحیح مسلم میں بروایت حضرت ابوہریرہؓ مجاہدین غزوہ تبوک کا ایک تھوڑے سے توشے سے سب برتنوں کا بھر لینا منقول ہے اور ابوداؤد میں تین یا چار صاع چھوہاروں سے چار سو آدمیوں کا ناشتہ تقسیم کرنا مروی ہے، اسی طرح پانی کی برکت کا اور آپ کی انگشتِ مبارک کے درمیان سے جوش مارنے اور آبِ شور سے شیریں ہو جانے کا معجزہ بارہا آپ سے ظاہر ہوا، اور صحیح روایات میں مذکور ہے ۱۲

شفائے[1] امراض تسبیح[2] حصبات پیشین[3] گوئیاں۔ اطاعت[4] مخلوقات بے عقل وروح۔ معراج[5] وغیرہ وغیرہ معجزات ایسے ہیں کہ محدثین کی ایک جماعت نے اُن کو متواتر کہا ہے۔

اس وقت اُن تمام معجزات میں سے صرف ایک زندہ معجزہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جانتے ہو کہ وہ زندہ معجزہ کون ہے؟ وہ زندہ معجزہ ہے **قرآن شریف** جو اب تک ہمارے ہاتھ میں ہے اور قیامت تک رہے گا۔

قرآن شریف اُس مقدّس کتاب کا نام جو خدائے عزوجل کی طرف سے ہمارے نبی امی صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی یہ کتاب خدا کا کلام ہے

---

[1] شفائے امراض آپ سے ہر قسم کی ظہور میں آئی نابینا کا بینا ہو جانا۔ آشوب چشم کا معاً دفع ہو جانا۔ شکستہ ہڈی کا جڑ جانا وغیرہ وغیرہ کتب حدیث میں بکثرت مروی ہے ۱۲

[2] کنکریوں کا آپ کے دست حق پرست میں تسبیح کرنا اور ایسی آواز سے کہ دوسروں نے بھی سن لیا یہ بیہقی وغیرہ میں مذکور ہے حضرت مولانا رومی فرماتے ہیں سے لا الہ گفت الا اللہ گفت ؛ گوہر احمد رسول اللہ گفت

[3] آپ کی پیشین گوئیاں بے عدد و بے حساب ہیں جس کا جی چاہے کتب حدیث دیکھے ۱۲

[4] جانوروں کا آپ کو سجدہ کرنا، آپ کا حکم ماننا، درختوں کا آپ کے حکم سے متحرک ہونا، اپنی جگہ چھوڑ کر آنا اور چلے جانا بکثرت روایات میں مذکور ہے ۱۲

[5] معراج کا مختصر بیان حالات قبل از نبوت میں ہو چکا ۱۲

قرآن شریف ایک ایسا معجزہ ہے جو خود ہزارہا معجزات پر شامل ہے جن میں سے چند اس مقام پر لکھے جاتے ہیں۔

پہلا اعجاز۔ بلاغت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اُمّی محض ہونے اور مشقِ شعر و سخن سے ناآشنا ہونے کے اس مجمع فصحا و بلغا میں کہ بڑے بڑے قصائد کافی البدیہہ تصنیف کرنا اور طول و طویل خطبوں کا بے تامّل انشا کرنا جن کا روزمرّہ تھا اُس کی مافوق الفطرت فصاحت و بلاغت کا اعلان دیا اور فاتو بسورۃ من مثلہا کا ڈنکا بجایا۔ پھر ان کو جوش بھی دلایا گیا فان لم تفعلوا ولن تفعلوا پھر انتہا یہ کی گئی کہ لئن اجتمعت الانس والجن علیٰ ان یاتوا بمثل ھٰذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا۔ مگر کسی کی ہمت نہ ہوئی اور سورۂ انّا اعطینا کا مثل کبھی نہ بنا سکے۔

قاضی عیاض شفا میں لکھتے ہیں کہ باعتبار بلاغت کے قرآنِ کریم میں سات ہزار سے زیادہ معجزے ہیں کیونکہ قرآن مجید میں جسقدر کلام برابر سورۂ انّا اعطینا کے ہے معجزہ ہے اور سورۂ انّا اعطینا میں دس لفظیں ہیں پورے قرآن میں ستر ہزار سے زیادہ الفاظ ہیں۔

دوسرا اعجاز۔ عدم اختلاف۔ جیسا کہ فرمایا ولو کان من عند..

اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً عدم اختلاف ایک بہت وسیع لفظ ہے اس کے کئی معنی ہیں۔

ایک معنے یہ ہیں کہ اس میں باہم تناقض نہیں ہے۔ ایک آیت دوسری آیت کے مخالف نہیں، کلامِ بشر اس سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

دوسرے معنی یہ ہیں کہ اس میں ہر قسم کا کلام اپنے منتہائے کمال پر ہے، کلامِ انسانی کی یہ حالت نہیں ہو سکتی۔ اس میں اختلاف ہونا لازمی ہے، انسان کی طبیعت کو جس قسم سے مناسبت ہو گی اُسی قسم میں اس کا کلام کامل ہوگا اور دوسری قسموں میں ناقص ہو گا، کسی کا کلام رزم میں اچھا ہے تو بزم میں وہ کیفیت نہیں، پند و نصائح میں اچھا ہے تو اور چیزوں میں ویسا نہیں، سیاست و جہانداری کے آداب اچھے بیان کر سکتا ہے تو گوشہ نشینی کے طریقے ویسے نہیں بیان کر سکتا قرآنِ کریم میں اس قسم کا بھی اختلاف نہیں ہے۔

تیسرے معنی عدم اختلاف کے ہیں کہ اختلافِ حالات کی وجہ سے کبھی اسلوبِ کلام میں اختلاف ہو جایا کرتا ہے مثلاً جب انسان کمزور ہوتا ہے

بےکسی کی حالت ہوتی ہے، دشمنوں کا غلبہ ہوتا ہے، اس وقت
اور قسم کی باتیں اس کی زبان سے نکلتی ہیں جب اس کو قوت و
شوکت حاصل ہوتی ہے، دشمنوں کا خوف نہیں ہوتا اُسی وقت دوسری
قسم کی باتیں اس کی زبان سے نکلتی ہیں، پہلی حالت میں ملاطفت اور
نرمی کی باتیں کرتا ہے دوسری حالت میں جلال و جبروت سے
خطاب کرتا ہے، قرآن کریم اس اختلاف سے پاک ہے۔ قبل ہجرت کا
زمانہ کیسا پُر خطر اور کتنا نازک تھا؟ نہ کوئی یار تھا نہ یاور نہ فوج تھی
نہ لشکر، ہر طرف دشمن ہی دشمن تھے اور سب جان کے خواہاں، خون کے
پیاسے اس نازک وقت میں جو آیتیں نازل ہوئی ہیں اُن میں جس
جلال و جبروت کے ساتھ خطاب کیا گیا ہے بعد ہجرت کے جبکہ قوت و
شوکت اور انصار کی کثرت تھی اُس سے ایک شمہ برابر بھی زیادتی نہیں
پائی جاتی۔ سورہ اقراء (جو مکی ہے) میں ابوجہل (جو سردار قریش تھا)
سے یوں خطاب کیا گیا۔ کلّا[1] لئن لم ینتہ لنسفعًا بالناصیۃ کاذبۃ

---

[1] یعنی اگر ابوجہل آپ کی ایذا رسانی سے باز نہ آیا تو ہم ضرور ضرور اس کو پیشانی کے بل گھسیٹیں گے وہ پیشانی جو جھوٹی اور خطاکار ہے، پس اس کو چاہیے کہ اپنی تمام مجلس کو مدد کے لئے پکارے ہم بھی زبانیہ (تمام فرشتوں) کو بلاتے ہیں ۱۲

خاطئۃ فلیدع نادیہ سندع الزبانیہ" اسی طرح مکی آیات میں جابجا ارشاد ہوا ہے۔ تنبیہ وتہدید کا کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا گیا۔ تخویف کی گئی، آخرت کے عذابوں سے اُن کو ڈرایا گیا، مدنی آیتوں میں کوئی بات زیادہ نہیں اس کے علاوہ عدم اختلاف کے اور بھی مطلب ہیں مگر کسی مطلب کے اعتبار سے قرآنِ کریم میں اختلاف نہیں ہے۔

تیسرا اعجاز قرآنِ کریم کا باعتبار تشابہ وتشبیہ کے ہے جس کی طرف آیہ کہ "متشابہا مثانی" میں اشارہ کیا گیا ہے، کوئی مضمون قرآن کریم میں ایسا نہیں ہے جو صرف ایک ہی مقام پر ایک ہی عبارت میں مذکور ہوا ہو ضرور ہے کہ وہ دوسرے مقام پر دوسری عبارت میں مذکور ہوگا مثلاً رسول خدا صلعم کے اوصاف کا توریت و انجیل میں مذکور ہونا ایک جگہ اس عنوان سے بیان ہوا یجدونہ[1] مکتوباً عندھم فی التوراۃ والانجیل اور دوسری جگہ اس عبارت میں ارشاد ہوا کہ انہ[2] لفی زبر الاولین یا مثلاً مہاجرین اولین کا موعود

---

[1] ترجمہ۔ پاتے ہیں اس نبی کو لکھا ہوا توریت و انجیل میں ۱۲ [2] ترجمہ۔ بیشک وہ (نبی) اگلوں کی کتابوں میں مذکور ہے بعض مفسرین نے انہ کی ضمیر قرآن شریف کی طرف پھیری ہے اس صورت میں مطلب یہ نہ ہوگا۔ ۱۲

بہ خلافت ہونا ایک جگہ اس طرح بیان ہوا کہ وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت اور دوسری جگہ اس طرح لقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصلحون ۵ اس کی مثالیں بہت ہیں مگر بخیال اختصار ترک کی جاتی ہیں۔

چوتھا اعجاز پیشین گوئیوں کے اعتبار سے ہے یہ اعجاز بھی قرآن مجید کی بہت سی آیتوں میں ہے منجملہ ان کے چند پیشین گوئیاں یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔

۱۔ پیشین گوئی متعلق فتح خیبر، آیہ واثابھم فتحا قریبا و مغانم کثیرۃ ہیں

۲۔ پیشین گوئی متعلق عمرۃ القضا، آیہ لتدخلن المسجد الحرام انشاء اللہ ہیں

۳۔ پیشین گوئی متعلق فتح فارس و روم، آیہ واخری لم تقدروا علیھا اور آیہ ستدعون الی قوم اولی باس شدید ہیں۔

(۴) پیشین گوئی متعلق غلبۂ روم آیہ۔ الم۔ غلبت الروم آلخ ہیں۔

---

[1] ترجمہ۔ وعدہ دیا ہے اللہ نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے تم میں سے اور کئے انہوں نے اچھے کام کہ ضرور ضرور ان کو بادشاہ بنائے گا زمین میں ۱۲ [2] ترجمہ تحقیق لکھ دیا ہم نے زبور میں بعد ذکر (ذکر سے مراد نصیحت ہے یا کتاب توریت) کے کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔ ۱۲

(۵) پیشین گوئی متعلق رفع فتنہ مرتدین، آیہ من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ میں۔

۶- پیشین گوئی متعلق اس کے کہ یہود موت کی تمنا نہ کریں گے، آیہ کریمہ وَلا یتمنونہ ابداً میں۔

۷- پیشین گوئی متعلق حضرات خلفائے راشدین، آیہ کریمہ وعد اللہ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنکم وَعملوا الصّٰلِحٰتِ لیستخلفنّھم فی الارض، و نیز دوسری آیات ہیں۔

۸- پیشین گوئی غلبہ اسلام بر جمیع ادیان آیہ کریمہ لیظھرہٗ علی الدین کُلِّہٖ ہیں۔

۹- پیشین گوئی متعلق محفوظی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آیہ کریمہ۔ و اللہ یعصمک من النّاس۔ ہیں۔

۱۰- پیشین گوئی متعلق حفاظت قرآن اِنّا نحن نزلنا الذکر و انا لہٗ لحافِظُون۔ ہیں۔

ان کے علاوہ اور بہت پیشین گوئیاں ہیں جو بخیال اختصار ترک کی گئیں اور نیز بہت سے اقسام معجزات کے ہیں جو نہیں بیان کئے گئے صرف اقسامِ مذکورہ ہی کے جزئیات کا اگر شمار کیا جائے تو تعداد لاکھوں تک

پہونچ جائے ۔

حلیہ مبارک اور آپ کے اخلاق و عادات

قد آپ کا متوسط تھا، مگر جب آپ جماعت کے اندر ہوتے تو سب سے بلند نظر آتے تھے ۔ رنگ سفید تھا مائل بہ سرخی ۔ سر اقدس پر بال رہتے تھے کبھی کان کی لو تک کبھی گردن تک کبھی شانوں تک ، بال سفید نہ ہوئے تھے اسرا اور داڑھی میں ملا کر صرف بیس بال سفید تھے جو بہت چمکتے تھے چہرۂ مبارک آپ کا چودہویں رات کے چاند کے مانند چمکتا تھا ، ایک صحابی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ میں چاند کی طرف کبھی دیکھتا تھا اور کبھی حضرت صلعم کے چہرۂ انور کی طرف ، اور یہ غور کر رہا تھا کہ دونوں میں زیادہ حسین کون ہے آخر میں نے فیصلہ یہ کیا کہ واللہ وجہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم لہی احسن من القمر سینہ آپ کا کشادہ تھا دونوں شانوں کے درمیان فصل تھا یعنی سینۂ مبارک خوب چوڑا تھا جسم مبارک نہ لاغر تھا نہ فربہ جب آپ سکوت میں ہوتے تو ہیبت و جلال آپ کے چہرے پر نمایاں ہوتا تھا اور جب آپ کلام کرتے تھے تو مہربانی و محبت کے آثار ہویدا ہوتے تھے پیشانی بلند و کشادہ تھی ، ابروئے مبارک دراز اور غیر پیوستہ

تھیں، بینی اقدس دراز و بلند تھی، منہ کشادہ تھا، دندانِ مبارک کشادہ اور چمکدار تھے، دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت پشت کی جانب تھی تمام جوڑ پر گوشت تھا جسم مبارک پہ بال نہ تھے صرف سینہ پر ایک باریک خط تھا جو ناف تک چلا گیا تھا، آپ کے پسینے میں ایسی دلربا خوشبو آتی تھی جو دنیا کی کسی خوشبو میں نہیں، اکثر صحابہؓ آپؐ کے پسینے کے قطرات جمع کر کے شیشے میں رکھتے تھے جس راستہ سے آپ گزر جاتے دیر تک اس راستہ میں خوشبو آتی صحابہ کرام اس خوشبو سے پہچان لیتے تھے کہ حضورؐ کا گزر اس راستہ سے ہوا ہے حضرت کی تعریف کرنے والوں کا یہ مقولہ منقول ہے کہ "نہ ہم نے آپ سے پہلے کبھی کوئی ایسا حسین دیکھا نہ آپ کے بعد۔
صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم

آپ کے اخلاق کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ قرآن دیکھ لو، آپ کے غصہ کی رنجش وہی تھی جو قرآن کی آیاتِ عتاب کی ہے، آپ کی مہربانی کی حالت وہی تھی جو قرآن کی آیاتِ رحمت کی ہے" کبھی اپنی ذات کے لئے غصہ کرنا یا انتقام لینا جانتے ہی نہ تھے مدینہ منورہ کی لونڈیوں میں سے کوئی لونڈی آتی اور آپ کا ہاتھ پکڑ کے اٹھا لیجاتی

اور آپ بے تکلف اسکے ساتھ چلے جاتے جہاں وہ لیجاتی اور اس کا کام کر دیتے
جب کوئی آپ سے مصافحہ کرتا تو جب تک وہ اپنا ہاتھ نہ ہٹاتا آپ اپنا ہاتھ نہ
ہٹاتے، جب کوئی شخص آپ سے بات کرتا تو اسکی طرف سے منہ نہ پھیرتے یہاں تک
کہ وہ خود پھیر لے، آپنے اپنے کسی خادم کو کبھی کسی خطا پر نہ مارا اور نہ خفا ہوئے، حضرت
انس رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے دس برس تک حضرتؐ کی خدمت کی، جب کبھی مجھ سے کوئی کام
بگڑ گیا تو حضرتؐ نے اُف بھی نہ کی، کبھی کسی فقیر کو اسکی فقیری کے باعث آپ حقیر نہ سمجھتے
تھے اور نہ کسی بادشاہ سے اس کے جاہ و حشم کے باعث مرعوب ہوتے تھے، نہایت حلیم و
متواضع تھے، آپکی مجلس میں کسی کی غیبت، کسی کا افشائے راز نہ کیا جاتا تھا، جو شخص
آپکی دعوت کرتا خواہ وہ غریب ہو یا امیر قبول فرما لیتے، جب آپ اپنے اصحاب میں بیٹھتے
پاؤں نہ پھیلاتے تھے۔ سلام میں ہمیشہ سبقت کرتے تھے، اپنے اصحاب سے کبھی کبھی مزاح
بھی فرماتے تھے، مگر آپ ہنسی میں بھی کبھی جھوٹ نہیں بولے، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت انس رضؓ
کو ہنسی میں فرمایا کہ اے دو کان والے! اگر کوئی شخص آپکے اصحاب میں سے بیمار ہوتا
اُس کی عیادت کو تشریف لیجاتے اور اس کے لئے دُعا کرتے ؎

خوش طبیب است بیا تا ہمہ بیمار شویم

کسی کو کوئی حاجت پیش آتی تو اسکی برآری میں سعی فرماتے۔ جنازوں کے ساتھ

جاتے انکی نماز پڑھتے اور دفن کر کے واپس آتے۔ اپنے خادموں کی خدمت خود بھی کر دیا کرتے تھے۔ اور زیادہ محنت کا کام اپنے ذمہ رکھتے۔ ایک مرتبہ سفر میں تھے ارادہ ہوا کہ بکری ذبح کی جائے اور گوشت پکایا جائے۔ ایک شخص نے کہا ذبح کرنا میرے ذمہ ہے، دوسرے نے کہا اس کا صاف کرنا میرے ذمہ ہے، تیسرے نے کہا پکانا میرے ذمہ ہے۔ حضرت نے فرمایا لکڑیاں لا دینا میرے ذمہ ہے اصحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کام ہم کر دینگے فرمایا ہاں میں یہ جانتا ہوں مگر میں فوقیت کو پسند نہیں کرتا۔ آپ کے اصحاب آپ کا بہت ہی ادب کرتے، اس خشوع وخضوع کے ساتھ سر جھکا کر آپ کے سامنے بیٹھتے کہ معلوم ہوتا تھا کہ اُنکے سروں پر پرندہ بیٹھا ہوا ہے کہ حرکت کرنے سے اُڑ جائیگا۔ پڑوسی کے حالات کی ہمیشہ خبر لیتے رہتے تھے، اگر معلوم ہوتا کہ اس کو کوئی حاجت ہے تو پوری کرتے، تمام مخلوقِ الٰہی پر شفقت و رحمت فرماتے حتیٰ کہ جب بلی کو پیاسی دیکھتے تو پانی کے ظرف کو اس کے لئے ٹیڑھا کر دیتے اور جب تک وہ سیراب نہ ہو جاتی ظرف کو نہ ہٹاتے، نہایت با حیا و با شرم تھے کہ ایسی شرم و حیا کنواری لڑکیوں میں بھی نہیں ہوتی، اپنی خواہشوں پر پورا قابو رکھتے تھے۔ کبھی کسی خواہش سے مغلوب و مجبور نہ ہوتے تھے۔

کبھی کھانے پینے میں تکلف نہ فرماتے، اکثر بھوک کے وقت شکمِ مبارک پر پتھر باندھ لیتے کبھی کسی کھانے کے عیب بیان نہ فرماتے اگر مرغوب ہوتا کھاتے نہ مرغوب ہوتا نہ کھاتے ہمیشہ تین انگلیوں سے کھانا کھاتے۔ پانی ہمیشہ بیٹھ کر پیتے تھے اور تین مرتبہ پانی کا ظرف منہ سے ہٹا کر سانس لیتے۔ کھانے کے بعد برتن کو اچھی طرح صاف کر لیتے، خدا کی کسی نعمت کو خواہ وہ کتنی ہی قلیل ہو حقیر نہ سمجھتے۔ آپ نے کبھی کبھی جو کی روٹی خرمائے خشک کے ساتھ کبھی خربزہ کے ساتھ، کبھی خرمائے تر کے ساتھ کھائی ہے کبھی خرمائے تر کو مکھن کے ساتھ کھاتے۔ گوشت بہت خوشی سے کھاتے اور دست کا گوشت آپکو بہت پسند تھا۔ شیرینی وشہد آپ کو بہت مرغوب تھا، دودھ نہایت پسند تھا فرماتے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس میں غذا اور پانی دونوں ہوں سوا دودھ کے، لباس سفید حضرت صلعم کو بہت پسند تھا، اون کے کپڑے بھی آپ نے بہت پہنے ہیں، پیوند بھی آپ کے کپڑے میں ہوتا تھا، عمامہ اکثر باندھتے تھے اس کا شملہ دونوں شانوں کے درمیان لٹکاتے تھے جوتیاں آپ کی اکثر پیوند دار ہوتی تھیں کبھی ایسی چادر آپ اوڑھتے تھے جسمیں سُرخ خطوط ہوتے تھے خوشبو اکثر لگاتے تھے مشک اور بخورات کا بھی استعمال فرمایا ہے، سرمہ ہمیشہ سوتے وقت تین تین سلائیاں

آنکھوں میں لگاتے تھے کبھی کبھی حالتِ صوم میں بھی سرمہ کا استعمال فرمایا ہے، سر اور ڈاڑھی میں تیل بکثرت استعمال کرتے تھے اور درمیان میں ایک دن ناغہ کرکے تیل لگانے کا دستور تھا، یہ چیزیں ہر وقت سفر اور حضر میں آپ کے ساتھ رہتیں، تیل کی شیشی، سرمہ دانی، آئینہ، کنگھی مقراض، مسواک، سوئی تاگا۔ تکیہ بھی سر کے نیچے رکھتے تھے۔ اور فرماتے کہ تین چیزوں کو واپس نہ کرنا چاہئے دودھ اور تکیہ اور خوشبو۔ اکثر اپنے کام اپنے ہاتھ سے کر لیا کرتے تھے، اپنی جوتی اپنے ہاتھ سے ٹانک لیتے تھے، اپنے پھٹے ہوئے کپڑے میں اپنے ہاتھ سے پیوند لگا لیتے تھے۔ جب گھر کے اندر تشریف لیجاتے تو بہت ہی ادنیٰ ادنیٰ کام اپنے ہاتھ سے انجام دیتے حتیٰ کہ کبھی کبھی جھاڑو اپنے اپنے دستِ مبارک سے دیتے تھے، داہنے ہاتھ سے کام کی ابتداء کرنا آپ کا معمول تھا، کھانا داہنے ہاتھ سے کھاتے، لباس داہنی طرف سے پہنتے تھے کبھی کبھی پچھنے بھی لگواتے، چاندی کی انگوٹھی آپکے داہنے ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں رہتی تھی۔ مہر مبارک گول تھی محمدؐ رسول اللہ اس میں کندہ تھا، اسمیں تین سطریں تھیں، سب سے پہلی سطر میں اللہ، دوسری میں رسول تیسری میں محمدؐ اکثر آپ قبلہ رو بیٹھتے تھے اور استغفار بکثرت کرتے تھے، سونے کی حالت میں، خراٹے کی آواز آپکے سینۂ اقدس سے نہیں نکلتی تھی مگر سانس کی آواز سنائی دیتی تھی،

گھوڑے پر کبھی آپ نے سواری فرمائی ہے اور اونٹ پر کبھی خچر اور گدھے پر کبھی، فال نیک آپ کو بہت پسند تھی۔ جب کسی کام کے لیے آپ چلتے اور کسی کی زبان سے "یا راشد یا نجیح" کے لفظ سن لیتے تو بہت خوش ہوتے۔ جب کوئی شخص آپ کو ہدیہ دیتا تو آپ قبول فرما لیتے اور اس کی مثل یا اس سے بہتر معاوضہ اس کو دیدیتے۔ بول و براز کے لئے اکثر جنگل میں تشریف لے جاتے اور کسی نشیب میں یا درختوں کی آڑ میں قضائے حاجت کرتے اور کبھی کبھی گھر میں کسی مقام مخصوص پر بول سے فراغت کر لیتے۔ سخاوت کی یہ کیفیت تھی کہ کسی سائل کے جواب میں "نہیں" آپ کبھی نہ فرماتے

آپ کی استعمالی اشیاء

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف تھی کہ اپنی ہر چیز کا نام رکھ دیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کے پاس ایک عمامہ تھا جس کا نام سحاب تھا، عمامہ کے نیچے آپ گول بغیر دیوار کی ٹوپیاں پہنا کرتے تھے۔ جس وقت حضرت کی وفات ہوئی تو از قسم لباس آپ نے حسب ذیل اشیاء چھوڑیں، دو چادریں یمن کی بنی ہوئی، دو کپڑے صحاری اور دو قمیص ایک صحاری اور ایک

سحولی اور ایک تہہ بند لمبی اور ایک جُبّہ لمبی اور ایک چادر دھاری دار اور ایک سفید کمل اور تین یا چار ٹوپیاں اور ایک لحاف ورس کا رنگا ہوا بستر آپ کا چمڑے کا تھا۔ جس میں بجائے روئی کے درختِ خرما کی چھال بھری ہوئی تھی۔

ایک چمڑے کی تھیلی آپ کے پاس تھی جس میں آئینہ اور کنگھی اور سُرمہ دانی اور مقراض اور مسواک رہتی تھی، کنگھی آپ نے ہاتھی دانت کی بھی رکھی ہے، دو پیالے آپ کے پاس تھے، ایک میں مضبوطی کے لئے تین جگہ چاندی کے پتر لگے ہوئے تھے اور دوسرا پیالہ پتھر کا تھا ایک کا نام دَیّان تھا اور دوسرے کا نام مُغیث اور ایک طشت پیتل کا تھا، اور ایک آبخورہ تھا جس کا نام صادر تھا اور ایک خیمہ تھا جس کا نام سَرِکی تھا اور ایک آئینہ تھا جس کا نام مدلہ تھا اور ایک مقراض تھی جس کا نام جامع تھا اور موزے چرمی آپ کے پاس تھے جو بادشاہ حبش نے ہدیتاً آپ کو بھیجے تھے اور ایک صاع اور ایک مُد بھی آپ کے پاس تھا، یہ دونوں نام پیمانوں کے ہیں اور ایک جوڑی جوتی آپ کے پاس تھی جس کا نام ممشوق تھا۔

چوپایوں کی قسم سے گائے آپ کے یہاں نہیں رہی۔ اُونٹ گھوڑے

خچر گدھے، بکری، مرغ آپ کی سرکار میں رہے ہیں چنانچہ ایک زمانہ میں
دس گھوڑے آپ کے یہاں تھے ایک کا نام سکب تھا جس پر آپ
غزوہ اُحد میں سوار تھے اور ایک کا نام لزاز جس کو مقوقس شاہ اسکندریہ
نے ہدیہ میں بھیجا تھا۔ اور باقیوں کے نام یہ ہیں، ظرب۔ وَرد، ضریس
مُلاوِح۔ سبحہ، بحر اور تین خچر تھے ایک کا نام دُلدُل تھا
جو بادشاہِ حبش نے ہدیتاً بھیجا تھا، یہ پہلا خچر تھا جس پر آنحضرتؐ بعد
نبوت کے سوار ہوئے، دُلدل نے بڑی عمر پائی تھی، حضرتؐ کے بعد اس پر
علی مرتضیٰؓ، اُن کے بعد حسنینؓ اس پر سوار ہوتے تھے۔ پھر حضرت محمد بن حنفیہ
کے پاس رہا، ایک دن کسی کے مطبخ میں چلا گیا اور کسی نے تیر مار دیا اور
وہ مر گیا۔ دوسرے خچر کا نام فِضّہ تھا جو حضرت ابوبکر صدیقؓ
نے ہدیہ دیا تھا، تیسرے کا نام ایلیہ تھا جو بادشاہ ایلہ نے ہدیتاً بھیجا
تھا، اور ایک گدھا تھا جس کا نام یعفور تھا۔ اور ایک زمانہ میں بیس
اونٹنیاں دودھ والی آپ کے یہاں تھیں اور دو سواری کی اونٹنیاں تھیں
ایک کا نام قصواء تھا اور دوسری کا عضباء بوقتِ ہجرت قصواء آپ کی
سواری میں تھی، اور ایک زمانہ میں سو بکریاں آپ کے یہاں تھیں جنہیں سے

دو بکریاں خاص دودھ کے لئے تھیں۔ ایک کا نام غوثہ تھا اور
دوسری کا نام یُمن اور ایک مُرغ سفید رنگ کا تھا جس کا نام منقول نہیں
نو تلواریں آپ کے یہاں تھیں، ایک کا نام ذوالفقار تھا جو غزوۂ بدر کے
مالِ غنیمت میں آئی تھی اور باقیوں کے نام یہ ہیں قلعی۔ بَتّار۔ حتف
مِخذم، رَسُوب۔ عَضب۔ قَضیب اور ایک تلوار آپ نے
اپنے والدِ ماجد سے میراث پائی تھی، اس کا نام منقول نہیں اور چار نیزے
آپ کے پاس تھے ایک کا نام مُثوِی تھا اور ایک بڑا حربہ تھا جس کا
نام بیضاء تھا۔ اور ایک ڈنڈا تھا گز بھر لانبا، اور ایک خمدار لاٹھی جس
کا نام عُرجون تھا۔ اور چار کمانیں تھیں جن میں سے ایک کا نام کتوم تھا
اور ایک ترکش تھا جس کا نام کافور تھا اور ایک ڈھال تھی نام اس کا زلوق
تھا اور ایک خود تھا جس کا نام ذوالسبوع تھا۔ بوقتِ شب کبھی
روپیہ پیسہ کی قسم سے کوئی چیز آپ کے دولت خانہ میں نہ رہنے
پاتی، احیاناً اگر کبھی کوئی مستحق نہ ملا اور رات ہو گئی تو جب تک وہ
چیز کسی مستحق کو دے نہ دی جاتی آپ گھر کے اندر تشریف نہ لے جاتے بیت المال
سے صرف اسقدر لیتے کہ آپ کے اہل و عیال کیلئے کوئی ارزاں سے ارزاں چیز

جو سال بھر کیلیے کافی ہو جائے خریدی جا سکے، پھر اس میں سے بھی اکثر غربا و مساکین کو دیدیتے یہاں تک کہ سال ختم ہونے سے پہلے فاقہ کشی کی نوبت آجاتی۔

آپ کے متعلقین اور مخصوصین

امّہات المومنین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات بوقتِ وفات شریف نو تھیں۔ حضرت[۱] سودہ ان سے قبل ہجرت مکہ میں سنہ نبوت میں نکاح ہوا تھا۔ حضرت[۲] عائشہ بنت ابوبکر صدیق رض ان سے بھی قبل ہجرت سنہ نبوت میں نکاح ہوا۔ بوقت نکاح صغیر السن تھیں، لہٰذا خلوت بعد ہجرتِ مدینہ میں سنہ ھ میں ہوئی ان کے سوا کوئی باکرہ حضرت کے نکاح میں نہ تھی۔ حضرت[۳] حفصہ بنت عمر فاروق ان سے شعبان سنہ ۳ھ میں نکاح ہوا۔ حضرت[۴] اُمِّ سلمہ بنت ابی امیہ شعبان سنہ ۴ھ میں ان سے نکاح ہوا۔ حضرت[۵] زینب بنت حجش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کی بیٹی تھیں، ان سے سنہ ۵ھ میں نکاح ہوا حضرت[۶] اُمِّ حبیبہ بنت ابی سفیان حضرت معاویہ کی سگی بہن تھیں سنہ ۶ھ میں ان سے نکاح ہوا اور سنہ ۷ھ میں ان سے خلوت ہوئی

.... حضرت جویریہ بنت حارث ان سے بھی ۶ھ میں نکاح ہوا۔ حضرت میمونہ بنت حارث ہلالیہ حضرت خالد بن ولید اور حضرت عبد اللہ بن عباس کی خالہ ہیں، ان سے ۷ھ میں نکاح ہوا حضرت صفیہ بنت حیی خاندانِ یہود سے ہیں۔ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں ہیں غزوہ خیبر میں اسیر ہو کر آئی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو زوجہ محترمہ آپ کے سامنے وفات پا چکی تھیں۔ اوّل حضرت خدیجہؓ جن کے ساتھ سب سے پہلے نکاح ہوا تھا اور جب تک وہ زندہ رہیں آپ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ دوسرے حضرت زینب بنت خزیمہ جن سے ۳ھ میں نکاح ہوا تھا اور نکاح کے بعد دو یا تین مہینے زندہ رہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی عورتوں سے نکاح کا ہونا بیان کیا گیا ہے مگر خلوت کی نوبت نہیں آئی اور مفارقت ہو گئی لہٰذا ان کا شمار ازواجِ مطہرات میں نہیں ہے نہ ان کو اُم المومنین ہونے کا شرف حاصل ہے۔

حرمین ازواجِ مطہرات کے علاوہ دو حرمین آپ کی تھیں۔ ایک حضرت ماریہ قبطیہ جن کے بطنِ مبارک سے حضرت ابراہیم فرزندِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

پیدا ہوئے تھے اور دوسری حضرت ریحانہ بنت عمرو قرظیہ۔

اولاد:- اولاد نرینہ آپ کی چار تھیں حضرت قاسم انہیں کی وجہ سے آپ کی کنیت ابوالقاسم تھی حضرت طاہر حضرت طیب۔ یہ تینوں صاحبزادے حضرت خدیجہ رضؓ کے بطن مقدس سے تھے۔ حضرت ابراہیم ان کی والدہ ماریہ قبطیہ تھیں اور صاحبزادیاں بھی آپ کی چار ہی تھیں۔ حضرت زینب حضرت رقیہ حضرت ام کلثوم۔ حضرت فاطمہ سوا حضرت فاطمہ رضؓ کے آپ کی ساری اولاد کا انتقال آپ کے سامنے ہی ہو گیا۔ صاحبزادے تو بہت ہی کم سنی میں انتقال فرما گئے تھے۔ اور صاحبزادیاں بعد بلوغ ذنکاح۔ حضرت زینب حضرت ابو العاص کے نکاح میں تھیں۔ اور حضرت رقیہ اور ام کلثوم یکے بعد دیگرے حضرت عثمان کے نکاح میں آئیں اور حضرت فاطمہ حضرت علی مرتضیٰ کے نکاح میں رہیں۔

چچا اور پھوپیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دس چچا تھے اور پانچ پھوپھیاں جن میں سے تین چچا اور چار پھوپھیاں آپ کی سگی تھیں۔ زبیر، ابوطالب، عبد الکعبہ

اُمِّ حکیم۔ عاتکہ[2]۔ بَرَّہ[3]۔ اُمیمہ[4]۔ اور سات چچا اور ایک پھوپھی سوتیلی تھیں۔ حضرت حمزہ[1] سید الشہداء۔ مُقَوِّم[2]۔ حَجَل[3]۔ حضرت عباس[4]۔ ضِرار[5]۔ حارث[6]۔ قُثَم[7]۔ حضرت صفیہ[1]۔ چچاؤں میں صرف حضرت حمزہ اور حضرت عباس کو اور پھپھیوں میں صرف حضرت صفیہ کو اسلام کی توفیق ملی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کئے ہوئے غلام اور لونڈی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اٹھائیس غلام تھے ان سب کو آپ نے یکے بعد دیگرے آزاد کردیا تھا۔ اُن کے نام یہ ہیں زید[1] بن حارثہ۔ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بیٹا بنایا تھا۔ ان کا نام بھی قرآن مجید میں نازل ہوا ہے۔ ان کے بیٹے اُسامہ[2]۔ ثوبان[3]۔ ابوکبشہ[4]۔ انیسہ[5]۔ شقران[6]۔ رباح[7]۔ یسار۔ ابورافع[9]۔ ابومویہبہ[10]۔ فضالہ[11]۔ رافع[12]۔ مدعم[13]۔ کرکرہ[14]۔ زید[15] جد۔ ہلال[16]۔ عبید[17]۔ طہمان[18]۔ نابور[19] قبطی۔ واقد[20]۔ ہشام[21]۔ ابوضمیر[22]۔ ابوعسیب[23]۔ ابو[24] غلبار۔ سفینہ[25]۔ ابوہند[26]۔ انجشہ[27]۔ ابوعمامہ[28]۔ گیارہ لونڈیاں آپ کی تھیں، اُن کو بھی آپ نے آزاد کردیا تھا۔ سلمہ[1]۔ اُمِّ رافع[2]۔ رضویٰ[3]۔ اُمیمہ[4]۔ اُمِّ ضمیرہ[5]۔ ماریہ[6]۔ شیرین[7]۔ اُمِّ ایمن[8]۔ میمونہ[9]۔ خضرہ[10]۔ خویلہ[11]۔

آپ کے خدّام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدّام گیارہ تھے۔ حضرت انسؓ جنہوں نے دس برس خدمت کی۔ ہندؓ۔ اسماءؓ (دختران حارثہ) ربیعہؓ بن کعب عبداللہؓ بن مسعود۔ عُقبہؓ بن عامر۔ بلالؓ۔ سعدؓ۔ ذومخمرؓ (بادشاہ حبش کے بھتیجے) بکیرؓ بن شداخ، ابوذر غفاریؓ ہیں۔

آپ کے ایلچی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب شاہان روئے زمین کے نام فرمان بھیجے تو ان اصحاب کو قاصد بنا کر بھیجا۔ حضرت عمروؓ بن امیہ کو نجاشی شاہ حبش کی طرف۔ حضرت دِحیہؓ کلبی کو ہرقل شاہ روم کی طرف۔ حضرت عبداللہؓ بن حذافہ کو شاہِ ایران کی طرف۔ حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ کو مقوقس شاہ اسکندریہ کی طرف۔ حضرت عمروؓ بن عاص کو جیفرؓ و عبداللہ پسران جلندی شاہ عمان کی طرف۔ حضرت سلیطؓ بن عمر کو ہوذہ بن علی رئیسِ یمامہ کی طرف۔ حضرت شجاع بن وہب کو حارث غسانی شاہ بلقا کی طرف۔ حضرت مہاجرؓ بن امیہ کو حارث حمیری کی طرف حضرت علاؓ بن حضرمی کو منذر بن ساوی شاہِ بحرین کی طرف

حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت معاذ[۱۲] بن جبل کو اہلِ یمن کی طرف۔

کاتبانِ وحی و فرامین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جن صحابہ سے کتابت وحی و تحریر فرامین کا کام لیا ہے اُن کے نام یہ ہیں۔ خلفائے اربعہ[۴]۔ عامر[۵] بن فہیرہ۔ عبداللہ[۶] بن ارقم اُبی بن کعب، ثابت[۸] بن قیس بن شماس۔ خالد[۹] بن سعید۔ حنظلہ[۱۰] بن ربیع۔ زید[۱۱] بن ثابت۔ معاویہ[۱۲] بن ابی سفیان، شرجیل[۱۳] بن حسنہ۔

آپ کے نجباء صحابہ کرام میں تیرہ[۱۳] حضرات مزید لطف و کرم کے ساتھ مخصوص تھے۔ خلفائے اربعہ[۴]۔ حمزہ[۵]۔ جعفر بن ابی طالب۔ ابوذر غفاری[۷]۔ مقداد[۸]۔ سلمان فارسی[۹]، حذیفہ[۱۰]۔ عبداللہ[۱۱] بن مسعود۔ عمار[۱۲]۔ بلال[۱۳]۔

عشرہ مبشرہ صحابہ کرام میں بہت سے حضرات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی تھی۔ ازاں جملہ دس صحابہ کے لئے بہ ترتیب نام بنام ایک حدیث میں یہ بشارت منقول ہے خلفائے اربعہ[۴]۔ سعد[۵] بن ابی وقاص۔ زبیر[۶] بن عوام

عبدالرحمٰن بن عوف۔ طلحہ بن عبید اللہ، ابو عبیدہ بن جراح
سعید بن زید۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

صحابہ کرام غزوہ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تین سو چودہ صحابی تھے۔ اور حاربلبیہ میں پندرہ سو۔
فتح مکہ میں دس ہزار۔ حنین میں بارہ ہزار۔ حجۃ الوداع یعنی آپ کے
آخری حج میں چالیس ہزار۔ غزوہ تبوک میں ستر ہزار۔
آپ کی وفات کے وقت صحابہ کرام کی تعداد کتنی تھی تحقیقی شمار
تو اس کا نہیں ہوسکا مگر تخمینی طور پر محدثین نے بیان فرمایا ہے۔
علامہ محمد طاہر گجراتی مجمع بحار الانوار میں لکھتے ہیں وَقُبِضَ عَنْ مِائَۃِ
اَلْفٍ وَّاَرْبَعَۃٍ وَّعِشْرِیْنَ اَلْفًا یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ و
سلم نے ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ چھوڑ کر دنیا سے رحلت فرمائی۔
یہ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابی تھے یا یوں کہنا چاہئے کہ ایک لاکھ
چوبیس ہزار دلائل آپ کی نبوت کے تھے۔ قرآنِ مجید سے بھی معلوم
ہوتا ہے کہ آپ کے صحابہ کرام کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ سورہ
اِذَا جَآءَ میں ہے وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا

یعنی اے نبیؐ آپ نے دیکھ لیا کہ لوگ دینِ الٰہی میں فوجوں کی فوجیں داخل ہو رہے ہیں۔ جن صحابہ کرام سے حدیث کی کتابوں میں مذہبی روایتیں نقل کی گئی ہیں اُن کی تعداد قریب ۷ ہزار کے ہے۔

آپ کے خلفائے راشدین

یوں تو قیامت تک ہر زمانے کے مسلمانوں پر لازم ہے کہ کسی شخص کو جو اس کی قابلیت رکھتا ہو آپ کا خلیفہ بنائیں، مگر خلافتِ راشدہ جس کی مدت خود حضورؐ نے تیس سال معین فرما دی، اس مدت میں چار خلیفہ آپ کے ہوئے، یہ چاروں مہاجرین اور سابقین اوّلین میں سے تھے۔ ان کی عظمت اور جلالت کا منکر بے دین اور گمراہ ہے۔

خلیفہ اوّل:۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ جو بعد آپ کی وفات کے جانشین ہوئے۔ اور ۲۷ جمادی الآخر سنہ ۱۳ھ کو دو برس تین مہینے نو دن خلافت کے بعد بعمر ۶۳ سال وفات پائی۔

خلیفہ دوم۔ حضرت فاروقِ اعظمؓ حضرت صدیقِ اکبرؓ کے بعد خلیفہ ہوئے۔ دس برس چھ مہینے پانچ دن خلافت کر کے ابولولو

مجوسی کے ہاتھ سے زخمی ہوئے اور یکم محرم ۲۴ھ کو بعمر ۶۳ سال وفات پائی۔

خلیفۂ سوم۔ حضرت عثمان ذوالنورین حضرت فاروق کے بعد خلیفہ ہوئے۔ بارہ دن کم بارہ سال خلافت کر کے ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ میں باغیوں کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔

خلیفہ چہارم:۔ حضرت علی مرتضیٰ حضرت عثمان کے بعد خلیفہ ہوئے تین دن کم پانچ سال خلافت کے بعد ۱۸ رمضان ۴۰ھ میں بمقام کوفہ شہید ہوئے۔

ختم شد

سیرت خلفائے راشدین

حجۃ الاسلام حضرت امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں قرآن وحدیث اور تاریخ اسلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفائے راشدین یعنی امیر المومنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق امیر المومنین سیدنا حضرت فاروق اعظم امیر المومنین سیدنا حضرت عثمان غنی امیر المومنین سیدنا حضرت علی مرتضی رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاکیزہ و دلچسپ حالات زندگی کو بہت ہی آسان اور شگفتہ اردو میں جمع کیا ہے یہ کتاب بھی درحقیقت کم تعلیم یافتہ لوگوں خاصکر عورتوں اور بچوں ہی کے لیے لکھی گئی ہے باوجود مختصر ہونے کے ان بزرگوں کی پوری زندگی کو سامنے لاکر رکھدیا گیا ہے۔ اس اعتبار سے اگر یہ کہا جائے تو شاید بالکل بجا ہوگا کہ حضرت مصنف علام نے دریا کو کوزہ میں بند کردیا ہے ہر مدرسہ و مکتب اور ہر مسلمان گھر میں اس کتاب کی ایک جلد ضرور رہنا چاہیئے۔

قیمت صرف . . . . تین روپیہ (۳/-)

ابوالائمہ کی تعلیم

یہ ہی نادر و نایاب کتاب ہے جس میں حضرت امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ نے شیعوں کی معتبر کتابوں سے امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کی اُس مقدس تعلیم کو پیش کیا ہے، جو وہ اپنے وقت میں لوگوں کو دیا کرتے تھے جس سے مذہب اہل سنت وجماعت کی حقانیت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے

قابل دید کتاب ہے۔ فوراً منگوا کر اپنے ایمان کو تازہ کریں قیمت ۸

یہ اور حضرت امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ کی دیگر تالیفات و تصنیفات اس پتہ سے طلب فرمائیں

منیجر فاروقیہ بک ایجنسی پاٹہ نالہ لکھنؤ

شجرۂ طیبہ اصلہا ثابت وفروعہا فی السماء

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بن عبداللہ
بن عبد المطلب
بن ہاشم
بن عبد مناف
بن قصی
بن کلاب
بن مرہ
بن کعب
بن لوی
بن غالب
بن فہر
بن مالک
بن نضر
بن کنانہ
بن خزیمہ
بن مدرکہ
بن الیاس
بن مضر
بن نزار
بن معد
بن عدنان

اس شجرۂ طیبہ میں حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے اصحاب عشرۂ مبشرہ کا نسب نامہ دکھلانا مقصود ہے اور ام المومنین حضرت خدیجہ اور آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کا بھی نسب نامہ اسمیں آگیا ہے حضرت خالد بن ولید اور حضرت معاویہ کا نسب نامہ بھی تبعاً ظاہر کر دیا گیا۔ رضی اللہ عنہم وأمتنا علی حبہم وحشرنا فی زمرتہ۔ آمین

قریش یہ لقب نضر کے وقت سے شروع ہوا اور بقول بعض فہر کے وقت سے اس لقب کی وجہ میں اختلاف ہے جمہور کا قول یہ ہے کہ قریش ایک دریائی جانور کو کہتے ہیں جو سب دریائی جانوروں سے قوی ہے اور سب اس سے ڈرتے ہیں چونکہ نضر عرب کے سردار تھے اور بہت قوی تھے اور اس وجہ سے ان کو یہ لقب ملا۔